

محنت کا اسلامی تصور

تالیف

معراج کمپنی

پیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

نام کتاب: محنت کا اسلامی تصور
مؤلف: محسن علی نجفی
پیشکش: جامعہ اہل البیت - اسلام آباد
کمپوزنگ: انس کیونٹیکیشن 03334052818
طبع اول: ۱۳۰۴ھ / ۱۹۸۳
طبع دوم: محرم الحرام ۱۴۰۷ھ
طبع سوم: ربیع الاول ۱۴۳۷ھ / دسمبر ۲۰۱۵
ناشر: معراج کمپنی - لاہور

ملنے کا پتہ

معراج کمپنی

پیسمنٹ میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اردو بازار لاہور

فون: 04237361214 - 03214971214

محمد علی بک ایجنسی - اسلام آباد

فون: 03335234311

افتتاحیہ

اس ارضِ معمورہ کی آبادی اور موجوداتِ زندہ کی حیات کا راز محنت میں مضمر ہے۔ محنت ہی سے چمنِ حیات میں زینت اور چہرہٴ فطرت پر بشاشت آتی ہے۔ محنت سے اس عریاں سرزمین کو حجاب اور اس کی بے رونقی کو آب و تاب ملتی ہے۔ محنت ہی سے بازارِ کائنات میں چہل پہل ہے اور اسی سے یہ دنیا متحرک اور زندہ ہے۔ خالقِ کائنات نے بھی کسی ایسے جاندار کو خلق نہیں فرمایا جو بلا محنت روزی حاصل کرتا ہو۔ اس نے ہر زندہ مخلوق کی خلقت کے ساتھ محنت کرنے کا فطری محرک اس کے وجود میں ودیعت فرما دیا ہے۔ اسی فطری ہدایت اور الہی رہنمائی کے تحت ہر ذی حیات اپنی روزی تلاش کرنے کے لیے محنت کرتا ہے اور ہر ذی روح اپنی ذات کے ساتھ محبت کرتا ہے اور اسی ذات کے تحت اپنے آپ کو زندہ رکھنا چاہتا ہے۔ زندگی روزی پر موقوف ہے اور روزی محنت پر موقوف ہے۔ اسی لیے ہر زندہ، زندگی کی خاطر محنت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات اور محنت لازم و ملزوم ہیں۔ اسی چھوٹی سی مخلوق چیونٹی کو دیکھیے کہ اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے کس قدر جفاکشی سے کام لیتی ہے۔ اس کے بارے میں حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

وَصَبَّتْ عَلَيَّ رِزْقَهَا تَنْقُلُ الْحَبَّةَ إِلَى حُجْرِهَا وَتَعْدُهَا فِي مُسْتَقَرِّهَا

تَجَمَّعَ فِي حَرِّهَا لَيْزٌ دَهَاوْفِي وَزِدْهَا لَصْدَرِهَا...!

کس طرح وہ اپنی روزی کی طرف لپکتی ہے اور دانے کو اپنے بل کی طرف لے جاتی ہے اور اسے اپنی قیام گاہ میں آمادہ (تیار) رکھتی ہے اور گرمیوں میں جاڑے کے موسم اور قوت و توانائی کے لیے ذخیرہ کر لیتی ہے۔

اگر محنت نہ ہوتی تو اس کائنات میں کوئی رونق نہ ہوتی۔ محنت نہ ہوتی تو یہاں جمود و سکوت کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

اسلام دین فطرت ہے اور خالق فطرت کا پسندیدہ نظام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے محنت کی عظمت، اہمیت اور ضرورت کو جس حسین فطری انداز میں روشناس کرایا ہے وہ اپنی مثال نہیں رکھتا۔

محنت رونق کائنات کا باعث ہے۔

محنت منبع حیات ہے۔

محنت ترقی و تمدن کا زینہ ہے۔

محنت سے ہی کرۂ ارض پر شادابی ہے۔

محنت زمین کے خزانوں کی کنجی ہے۔

محنت میں تقدیر امم مضمحل ہے۔

محنت تقرب الہی کا ذریعہ ہے۔

محنت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

محنت عبادت کے ستر اجزا میں سب سے بہتر عبادت ہے۔

محنت باعث عزت و توقیر ہے اور محنت اللہ کی بڑی نعمت ہے۔

ایک نظر میں تصویر کا ایک رخ تو یہ ہے اور دوسری طرف، فکری استقلال اور

خود مختاری سے محروم اور اغیار سے مرعوب آج کے مسلمان عمومی طور پر بہتر نظام کی تلاش میں مغرب و مشرق کا رخ کرنے میں فخر سمجھتے ہیں۔ وہ ناخود آگاہی کی اس تاریکی میں اغیار پرستی کو روشن خیالی سمجھتے ہیں۔ ظلم و استحصال کے خلاف اگر کوئی اور ظالم آواز اٹھائے تو اس کی طرف لپکتے ہیں مگر خود اپنے پاس ظلم اور استحصال کے خلاف جو عظیم فکری سرمایہ موجود ہے اس کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ ہم فکری استقلال سے اس قدر دور ہٹ چکے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کا موضوع سخن صرف یہ ہے کہ اسلام کا نظام، سرمایہ دارانہ ہے یا اشتراکی؟ ان دونوں سے ہٹ کر ہم استقلالی طور پر اسلامی مصادر و ماخذ سے یہ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے کہ سرمایہ داری ظلم و استحصال اور اشتراکی قید و بند سے بالاتر ہمارا اپنا عادلانہ نظام بھی ہے۔

اس مختصر سی کتاب میں ہم نے مقدور بھر یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ان دونوں متضاد نظاموں سے مرعوب ہوئے بغیر اسلام کی طرف رجوع کیا جائے تو اسلام ہمیں کیا نظام اور کیا فکر دیتا ہے؟ اس میں محنت کے بارے میں مارکسزم اور کپیٹلزم کے نظریات اور اسلامی نظریے کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے تاکہ ہماری نئی نسل کو کسی فکر کے قبول کرنے یا اسے مسترد کرنے کا موقع مل سکے کیونکہ کسی فکر اور نظریے کا اس کے تمام پہلوؤں سے مطالعہ کرنے سے پہلے نہ قبول کرنے کا حق پہنچتا ہے اور نہ مسترد کرنے کا۔

ہمارے نوجوان اور پڑھا لکھا طبقہ بالعموم اس وقت نہ تو اسلامی افکار و نظریات سے بخوبی آگاہ ہے نہ اغیار کے نظریات و افکار سے۔ اس دو طرفہ لاعلمی کی وجہ سے وہ ان کے کھوکھلے نعروں سے متاثر ہو رہا ہے۔

اس کتاب کی ضرورت کا ایک پہلو یہ ہے کہ ایک عرصے سے ہمارے دیندار نوجوانوں کا تقاضا تھا کہ دین کے بارے میں ہماری ذاتی فکری تسکین کے علاوہ

اسلام کے معاشرتی پہلوؤں پر اردو میں ایسے لٹریچر کی بھی ضرورت ہے جو فکر و نظر اور دلیل و برہان کی بنیاد پر اسلامی نظریات اور اسلام کی عظمت ثابت کرنے کے لیے کارآمد ہو۔ اس لیے ہم نے تحریر و تفسیر کا یہ سلسلہ شروع کیا ہے اور اس کے لیے ایسے موضوعات کا انتخاب کیا ہے جو دور حاضر کی واقعی ضرورت ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ شعور و فکر کی طرف مائل اذہان اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم پرچم اسلام کی سر بلندی کے لیے اس کی عطا کردہ صلاحیتوں سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہو سکیں۔

اسلام میں محنت کا مقام

ماہرین اقتصادیات نے محنت کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

محنت پیداوار کا دوسرا عنصر ہے۔

دوسرے عنصر سے ان کی مراد یہ ہے کہ پیداوار کے لیے پہلا عنصر خام مواد

ہے اور دوسرا عنصر محنت ہے۔

بعض دوسرے حضرات نے محنت کی یوں تعریف کی ہے:

ہر وہ سعی و کوشش جو انسان قصد و ارادے سے سرانجام دیتا

ہے۔ اس میں اسے مشقت کا احساس ہوتا ہے اور اس کا مقصد

مال پیدا کرنا اور اپنی ضرورت پوری کرنا ہوتا ہے۔

محنت کی اقسام

استقلالی محنت: اس سے مراد وہ محنت ہے جو انسان اپنے نجی کاروبار پر

کرتا ہے۔ مثلاً: اپنی ذاتی تجارت کرتا ہے، دوکانداری کرتا ہے، ورکشاپ چلاتا ہے،

زراعت کرتا ہے یا صنعت و حرفت کے ذریعے اپنا کام خود کرتا ہے۔

اُجرتی محنت: اس سے مراد وہ محنت ہے جو اجرت اور مزدوری پر

دوسروں کے کارخانوں دکانوں اور دفاتروں میں سرانجام دی جاتی ہے۔ آج کل کی

اصطلاح میں محنت کش صرف اُجرتی مزدوروں کو کہا جاتا ہے اور انہی کے حقوق کی

باتیں ہوتی ہیں، جب کہ محنت کے اسلامی تصور میں ہر دو طرح کی محنت کرنے والے محنت کش کہلاتے ہیں۔ اسلام دونوں قسم کے محنت کشوں کو مقام اور درجہ دیتا ہے۔ دونوں کے حقوق تسلیم کرتا ہے۔ اس کتاب میں جہاں محنت کا مقام اور اس کی اہمیت و فضیلت کا ذکر اسلام کے حوالے سے ہوگا وہاں محنت کا اسلامی مفہوم مراد ہوگا۔

اسلام میں محنت کی اہمیت

کیونکہ مذہب پر یہ الزام عائد کرتا ہے کہ مذہب تقدیرِ الہی کا تصور دے کر عوام کو تقدیر اور اللہ کے رازق ہونے کی افیون پلاتا ہے۔ لوگوں کو محنت و کوشش سے باز رکھتا ہے۔ مذہبی تعلیمات، توکل، تقدیر اور رزاقیت ایسی ہی افیونوں پر مبنی ہیں۔ جب کہ اسلامی تعلیمات کا مختصر مطالعہ رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ تقدیر، توکل اور اللہ کے رازق ہونے کا یہ مفہوم ہرگز نہیں ہے کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور تقدیر و توکل اور اللہ سے روزی اور ترقی کا انتظار کرتا رہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ خود مبدأ فعالیت ہے اس نے اپنے آپ کو فَعَالٌ لِّمَآئِیْمٍۤ اِیْنِیْ ”بے شک آپ کا رب جو ارادہ کرتا ہے اسے خوب بجا لاتا ہے“ کہا ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا ہے:

كُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَأْنٍ ۝۲۰

وہ ہر روز ایک (نئی) کوشش سازی میں ہے۔

اس ذاتِ فعال نے ہر ذی حیات اور انسان کو متحرک اور فعال بنایا ہے۔ خصوصاً انسان کی طبیعت، اس کے مزاج اور اس کے جسم کی ساخت میں فطرۃً فعالیت مضمّن ہے۔ وہ انسان صحت مند اور تازہ دم رہتا ہے جو ہمیشہ متحرک اور فعال رہتا ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت ہی فعالیت اور حرکت پر مبنی ہے۔ اسی شیر خوار بچے کو لیجیے کہ وہ اپنے گھوارے میں ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور بڑی تیزی سے ہاتھ پیر ہلاتا رہتا

۱ سورۃ ہود: ۱۰۷

۲ سورۃ الرحمن: ۲۹

ہے اور جب چلنے کے قابل ہو جاتا ہے تو اس کی حرکت اور فعالیت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ بعد میں جب انسان اپنی فطری راہوں سے منحرف ہونے لگتا ہے اس پر سستی اور کاہلی کا غلبہ ہوتا ہے۔

اس بھٹکے ہوئے انسان کو دوبارہ اپنی فطری راہوں کی طرف بلانے کے لیے اسلام کا تربیتی عمل شروع ہو جاتا ہے۔ محنت کرنے کی ترغیب اور تاکید جو اسلام نے کی ہے اس کا عشرِ عشر بھی کسی اور مکتب فکر میں موجود نہیں ہے۔ آجیے اس سلسلے میں ہم احکام اسلام پر نظر کرتے ہیں۔

۱۔ آیات قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید کی متعدد آیات میں واضح الفاظ میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں موجود ہر شے کو انسان کے لیے مسخر کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو محنت کرنے کے لیے میٹریل فراہم کر کے سب کچھ انسان کے اختیار میں دے دیا ہے اور ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے انسان کو عقل و ہوش عنایت فرمایا ہے اور اعضاء و جوارح کو بھی آلات کے طور پر عنایت فرمایا ہے۔ اس طرح محنت کرنے کے لیے تمام ذرائع فراہم کر دیے ہیں تاکہ یہ ناشکرا انسان اللہ کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو سکے۔

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
 الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظٰهِرَةً وَّوٰبِطِنَةً....^۱

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ نے تمہارے لیے مسخر کیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں کامل کر دی ہیں۔

وَابْتَغِ فِيمَا آتٰكَ اللهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ

الدُّنْيَا...^۱

اور جو (مال) اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر حاصل کر،
البتہ دنیا سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔

اس آیت میں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام ہر شخص کی ضروریات کو دنیا
میں زندگی بسر کرنے کے لیے اس کا حصہ قرار دیتا ہے اور اپنے اس حصے کو فراموش نہ
کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یعنی تارک دنیا نہ ہونے کا حکم دیتا ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَأَمْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا
وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ...^۲

وہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رام کیا پس اس کے
دوش پر چلو اور اس کے رزق میں سے کھاؤ۔

اس آیہ شریفہ سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس
لیے مسخر کیا ہے تاکہ انسان روئے زمین پر روزی کی تلاش کر سکے۔ اسی کے تحت اللہ
نے روئے زمین پر روزی کی تلاش میں نکلنے اور اللہ کی روزی حاصل کرنے کا حکم دیا ہے:

فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ...^۳

لہذا تم اللہ کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اسی کی بندگی کرو اور
اسی کا شکر ادا کرو۔

اس آیت، مجیدہ میں رزق تلاش کرنے کا صریح حکم ہے:

وَجَعَلْنَا آيَةَ الْفِتْرِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ
رَّبِّكُمْ...^۴

^۱سورۃ القصص: ۷۷

^۲سورۃ الملک: ۱۵

^۳سورۃ عنکبوت: ۱۷

^۴سورۃ الاسراء: ۱۲

اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

خالق کائنات نے اس آئیہ شریفہ میں دن کو روشن بنانے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ دن کی روشنی میں انسان اپنی معاش حاصل کر سکے۔ چنانچہ متعدد آیات میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ رات کو آرام اور سکون کے لیے بنایا گیا ہے۔ ارشادِ الہی ہے:

وَمِنْ رَّحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ
وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ...^۱

اور یہ اللہ کی رحمت ہی تو ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو (یکے بعد دیگرے) بنایا تاکہ تم (رات میں) سکون حاصل کر سکو اور (دن میں) اللہ کا فضل (روزی) تلاش کرو۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُرْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ
فَضْلِهِ...^۲

تمہارا پروردگار وہ ہے جو سمندر میں تمہارے لیے کشتی چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل (روزی) تلاش کرو۔

اس سلسلے میں بہت سی آیات موجود ہیں جن سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سمندروں کو وسیع بنایا اور اس میں جہازوں کو چلایا تاکہ انسان طلب معاش کے لیے سمندری راستوں سے بہ آسانی اللہ کی زمین میں گردش کر سکے اور روزی حاصل کر سکے۔ چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاجِرَ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ^۳

اور تم ان کشتیوں کو دیکھتے ہو جو پانی کو چیرتی چلی جاتی ہیں تاکہ تم

۱سورۃ القصص: ۷۳

۲سورۃ الاسراء: ۶۶

۳سورۃ فاطر: ۱۲

اللہ کا فضل تلاش کرو اور شاید تم شکر گزار بن جاؤ۔

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا
مِنْ فَضْلِ اللَّهِ...^۱

پھر جب نماز ختم ہو جائے تو (اپنے کاموں کی طرف) زمین میں
بکھر جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

اس آیت سے پہلے حکم ہوا ہے کہ ”جب نماز جمعہ کے لیے اذان دی جائے
تو نماز کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔“ اس سے ممکن تھا کسی کے ذہن
میں یہ بات آجاتی کہ اسلام ترک دنیا کا درس دیتا ہے اور فقط نماز پڑھنے پر زور دیتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ یہ بات صرف وقت نماز کے
لیے ہے۔ نماز کے بعد تم پھر روزی کی تلاش میں نکلو۔

وَآخَرُونَ يَصُومُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ...^۲
اور کچھ لوگ زمین میں اللہ کے فضل (روزی) کی تلاش میں سفر کرتے

ہیں۔

اس آیت سے صاف اشارہ ملتا ہے کہ روزی کے لیے سفر اختیار کرنا چاہیے
کیونکہ ایک جگہ رہ کر روزی حاصل کرنا کبھی دشوار ہوتا ہے اور پھر ہجرت میں برکت
ہے۔

وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۖ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا
حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِّنْ نَّجِيلٍ
وَأَعْنَابٍ وَفَجْرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۝ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهَا
وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝^۳

۱ سورہ الجمعہ: ۱۰

۲ سورہ المزمل: ۲۰

۳ سورہ یسین: ۳۳ تا ۳۵

اور مردہ زمین ان کے لیے ایک نشانی ہے جسے ہم نے زندہ کیا اور اس سے غلہ نکالا جس سے یہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ بنائے اور ہم نے اس (زمین) میں کچھ چشمے جاری کیے۔ تاکہ وہ اس کے پھلوں سے اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھائیں تو کیا یہ شکر نہیں کرتے؟

یہاں اس آیت مجیدہ کا جملہ وَمَا عَمِلْتُمْ آيِدِيَهُمْ ”اپنے ہاتھوں کی کمائی“ میں لفظ مَا عَمِلْتُمْ میں مَا نافیہ نہ ہو، تو یہی مطلب نکلتا ہے جو اوپر ہم نے ترجمے میں ذکر کیا اور اگر مَافِی کا ہے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ سب کچھ اللہ نے کیا ہے ان کے ہاتھوں نے نہیں۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَا عَلَيْهَا إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ...!

اور رہبانیت (ترک دنیا) کو تو انہوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے تو ان پر رہبانیت کو واجب نہیں کیا تھا سوائے اللہ کی خوشنودی کے حصول کے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

لارهبانية في الاسلام۔^۲

اسلام میں رہبانیت (ترک دنیا) کا کوئی تصور نہیں۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ...^۳

کہہ دیجیے: اللہ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی

۱ سورہ الحدید: ۲۷

۲ متدرک الوسائل ۱۴: ۱۵۵

۳ سورة الاعراف: ۳۲

اور پاک رزق کو کس نے حرام کیا؟

ان تمام آیات اور دیگر سیکلزوں آیتوں سے یہ مطلب عیاں ہو کر سامنے آتا ہے کہ اسلام انسان کو طلبِ روزی کے لیے سعی کرنے، سفر کرنے، جہازوں کے ذریعے طلبِ معاش کے لیے نکلنے کا حکم دیتا ہے اور رہبانیت کی نفی کرتا ہے۔

۲۔ احادیث کی روشنی میں

محققین کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ کی طرف سے ایک ہزار روایات محنت کی اہمیت اور اس کی فضیلت کے بارے میں نقل ہوئی ہیں۔ ان میں سے چند روایات بطور نمونہ یہاں درج کرتے ہیں تاکہ قارئین کو اس بات کا صحیح اندازہ ہو جائے کہ محنت کے بارے میں اسلام کیا نظریہ پیش کرتا ہے اور کن خطوط پر انسانوں کی تربیت کرتا ہے۔

فقر کی مذمت: اسلام فقر و تنگدستی کو معاشرے کے لیے باعثِ ذلت قرار دیتا ہے، اور اس سلسلے میں بہت سی احادیث منقول ہیں۔

حدیث ہے:

كاد الفقر ان يكون كفراً^۱

غربت کفر کے بہت قریب ہے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے:

من وجد مائاً او تراباً ثم افتقر أبعدَهُ اللهُ^۲

جسے پانی اور زمین میسر آئے اور پھر غربت کا شکار رہے تو اللہ اسے

(اپنی درگاہ سے) دور کر دے گا۔

مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند محمد بن حنفیہ سے فرمایا:

يَا بُنَيَّ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكَ الْفَقْرَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنْهُ فَإِنَّ الْفَقْرَ

۱ الکافی ۲: ۳۰۷ باب الحسد

۲ وسائل الشیعة ۷: ۳۰

مَنْقَصَةٌ لِلدِّينِ مَذْهَبَةٌ لِلْعَقْلِ دَاعِيَةٌ لِلْمَقْتِ ۱

اے فرزند! میں تمہارے لیے فقر و تنگدستی سے ڈرتا ہوں۔ لہذا فقر و ناداری سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ یہ دین کے نقص، عقل کی پریشانی اور لوگوں کی نفرت کا باعث ہے۔

بے کاری کی مذمت: اسلام بیکاری اور کاہلی کی سخت مذمت کرتا ہے کیونکہ بیکاری تو ائے اقتصاد کی حرکت میں جمود پیدا کرتی ہے اور جمود خلاف فطرت اور خلاف شریعت ہے۔ جمود حیات اور زندگی کے منافی ہے۔

بیکاری مردار ہے: امیر المؤمنین علیہ السلام سے مروی ہے:

ابغض الخلق الى الله جيفة بالليل بطل بالنهار ۲

اللہ کی مبغوض مخلوق رات کا مردار اور دن کا بیکار۔

بیکار پر لعنت: رسول اللہ (ص) سے مروی ہے:

ملعون ملعون من القى كله على الناس ۳

لعنت ہے اس شخص پر جو اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالے۔

امام صادق علیہ السلام مروی ہے:

لا خير فيمن لا يحب جمع المال من حلال فيكف به وجهه و

يقضى به دينه و يصل به رحمه ۴

اس شخص کے لیے کوئی بھلائی نہیں جو اپنی آبرو بچانے، قرض ادا

کرنے اور صلہ رحمی کے لیے مال نہ کمائے۔

دوسروں پر بوجھ نہ بنو:

۳- وَلَا تَكْسَلْ عَنْ مَعِيشَتِكَ فَتَكُونَ كَأَنَّكَ عَلَى غَيْرِكَ ۵

۱ نہج البلاغۃ۔ حکمت قصار: ۳۱۹

۲ مستدرک الوسائل ۶: ۳۴۰

۳ الکافی ۴: ۱۲

۴ الفقیہ ۳: ۱۶۶ باب المعاش

۵ الکافی ۵: ۸۶ حدیث: ۹

اپنی معشت و روز گارِ زندگی میں سستی سے مت کام لو ورنہ تم دوسروں پر بوجھ بن جاؤ گے۔

بیکاری قابلِ نفرت ہے: اس سلسلے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ یہاں چند پیش کرتے ہیں:

۱۔ امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے:

انی اجدنی امقت الرجل يتعذر عليه المكاسب...!

میں اس شخص سے نفرت کرتا ہوں جو کمانے سے نفرت کرتا ہے۔

۲۔ اَرْبَعَةٌ لَا تُسْتَجَابُ لَهُمْ دَعْوَةٌ رَجُلٌ جَالِسٌ فِي بَيْتِهِ يَقُولُ
اللَّهُمَّ اِرْزُقْنِي فَيَقَالُ لَهُ أَلَمْ آمُرَكَ بِالطَّلَبِ. ۲

چار افراد ایسے ہیں جن کی دعا قبول نہیں کی جاتی:

وہ شخص جو اپنی گھر بیٹھا رہے اور نہ کہتا رہے: ” اے

پروردگار! مجھے رزق عطا فرما “ ، پس اسے کہا جائے گا: کنا میں نے تجھے طلبِ رزق کا حکم نہیں دنا تھا۔

۳۔ اِنِّي اَجِدُنِي اَمَقْتُ الرَّجُلَ يَتَعَذَّرُ عَلَيْهِ الْمَكَايِبُ
فَيَسْتَلْقِي عَلَيَّ قَفَاهُ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ اِرْزُقْنِي وَيَدْعُ اَنْ يَنْتَشِرَ
فِي الْاَرْضِ وَيَلْتَمِسَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَالذَّرَّةُ تَخْرُجُ مِنْ
جُحْرِهَا تَلْتَمِسُ رِزْقَهَا. ۳

میرے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ نفرت و بغض شخص وہ

ہے جس کے لیے (اپنے شہر میں) کمانا مشکل ہو، اس کے

۱ الفقیہ ۳: ۱۵۸

۲ الکافی، ۲: ۵۱۱ حدیث: ۲

۳ من لایحضرہ الفقیہ، ۱۸۵: ۳ ح ۳۵۷۹

باوجود وہ الٹا ہو کر پڑا رہے اور یہ کہتا رہے : ” اے پروردگار! مجھے رزق عطا فرما “ اور زمن پر (رزق کی تلاش) ترك کر دے اور فضلِ الہی کو مانگتا پھرے۔) کس قدر پست ہے وہ شخص کہ (اس کے گھر سے انک ذرہ نکلتا ہے اور نکل کر اپنا رزق حاصل کر لیتا ہے) لیکن یہ اپنے گھر پڑا رہتا ہے اور اپنے رزق تک نہیں پہنچ پاتا)۔

۴۔ وَلَا تَكْسَلْ عَنْ مَعِيشَتِكَ فَتَكُونَ كَالْأَعْلَىٰ غَيْرِكَ ۱

اپنی معیشت و روز گارِ زندگی میں سستی سے مت کام لو دوسروں پر بوجھ بن جاؤ گے۔

۵۔ سَأَلَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع عَنْ رَجُلٍ وَ أَنَا عِنْدَهُ فَقِيلَ لَهُ أَصَابَتْهُ الْحَاجَةُ قَالَ فَمَا يَصْنَعُ الْيَوْمَ قِيلَ فِي الْبَيْتِ يَعْبُدُ رَبَّهُ قَالَ فَمَنْ أَيْنَ قُوْتُهُ قِيلَ مِنْ عِنْدِ بَعْضِ إِخْوَانِهِ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ ع وَاللَّهِ لَلَّذِي يَقُوْتُهُ أَشَدُّ عِبَادَةً مِنْهُ ۲

امام صادق الساجی ایک شخص کے بارے میں پوچھا ، اس وقت میں بھی امام کے پاس موجود تھا، گلطاکہ اس کو ضروریات نے گھیرا ہوا ہے فرمایا : آج اس نے کیا کنا ہے ؟

امام کو بتانا گیا : وہ گھر میں ہے۔ اپنے رب کی عبادت

۱ الکافی، ۸۲: ۵۔ حدیث: ۹

۲ الکافی، ۸: ۵، حدیث: ۴

مشغول ہے۔

امام ع نے فرمایا: اس کا خرچہ پانی کہاں سے آتا ہے؟

امام ع کو بتانا گنا :

اس کے بعض بھائی اور احباب اس کا خرچ اٹھاتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ فرمایا : قسم بخدا! وہ جو اس کا

خرچٹھا تلبے وہ اس سے کئی گنا زیادہ عبادت انجام دے رہا

ہے۔

۶۔ ابی عبد اللہ علیہ السلام سے مروی ہے:

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبْغِضُ كَثْرَةَ التَّوَمِ وَكَثْرَةَ الْفَرَاغِ!

بے شک اللہ عز و جل زیادہ سونے اور زیادہ فارغ رہنے سے

نفرت کرتا ہے ۔

۷۔ إِيَّاكُمْ وَسُؤَالَ النَّاسِ، فَإِنَّهُ ذُلٌّ فِي الدُّنْيَا، وَفَقْرٌ نَعَجَلُونَهُ،

وَحِسَابٌ طَوِيلٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. ۲

لوگوں سے مانگنے سے بچو کیونکہ یہ دنیا میں ذلیل ہونا ہے اور

وہ فقر ہے جسے تم تیزی سے دعوت دینے والے ہو اور روز

قیامت طویل حساب ہے۔

۸۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ

وَالْغَفْلَةِ وَالْقَسْوَةِ وَالْفِتْرَةَ وَالْمَسْكِنَةَ. ۳

بارِ الہا! میں ”سستی، بڑھاپے، بزدلی، بخل، غفلت، سخت

دلی، فتور اور مسکینی“ سے تیری پناہ لیتا ہوں۔

۱ الکافی، ۵: ۸۴ حدیث: ۳

۲ الکافی، ۳: ۲۰۔ حدیث: ۱

۳ الکافی، ۲: ۵۸۶۔ حدیث: ۲۴

۹۔ الَّذِي يَطْلُبُ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا يَكْفِيهِ عِيَالَهُ أَغْظَمَ
أَجْرًا مِنَ الْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ!

جو شخص اللہ عز و جل کے فضل سے وہ طلب کرتا ہے
کے ذریعے وہ اپنے عیال کی ضروریات کو پورا کرتے
انہیں محتاجی سے بچا لیتا ہے اس کا اجر اس مجاہد سے
ہے جو اللہ عز و جل کی راہ میں جہاد کرنے والا ہے۔

۱۰۔ مَنْ سَعَى عَلَى عِيَالِهِ فِي طَلَبِ الْحَلَالِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ.^۲
جو شخص اپنے عیال کی خاطر طلبِ حلال کی کوشش کرے
پس وہ راہِ الہی میں کوشش کرتا ہے۔

۱۱۔ اياكم والكسل فان من كسل لم يؤدق الله عز وجل-^۳
سستی اور کاہلی سے پرہیز کرو جو کاہلی کرتا ہے وہ اللہ کا حق
ادا نہیں کر پاتا۔

۱۲۔ ہمارے آئمہ علیہم السلام نے ہمیں اس سلسلے میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ
دعاؤں میں بھی کاہلی اور بے کاری سے پناہ مانگو۔ دعا یہ ہے:

اللهم انى اعوذ بك من الكسل والههم والجبن والبخل
والغفلة والقسوة والفترة والمسكنة...^۴

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں! سستی، بڑھاپے، بزولی،
بخل، غفلت، قساوت قلبی، کاہلی اور غربت سے۔

مخنت عبادت ہے: بہت سی احادیث میں محنت کو عبادت قرار دیا گیا

^۱ الکافی، ۵: ۸۸۔ حدیث: ۲

^۲ روضة الواعظین وبصيرة المتعظین ۲: ۵۷

^۳ وسائل الشیعة ۱: ۱۴۶

^۴ الکافی ۲: ۵۸۵

ہے۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

العبادة سبعون جزءاً افضلها طلب الحلال۔^۱

عبادت کے ستر اجزاء ہیں ان میں سب سے افضل حلال
روزی کمانا ہے۔

محنت جہاد ہے: کئی ایک احادیث میں محنت کو جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۔ ابی الحسن الرضا علیہ السلام سے روایت ہے:

الذی یطلب من فضل اللہ عز و جل ما یکف بہ عیالہا اعظم

اجراً من المجاہد فی سبیل اللہ عز و جل۔^۲

جو شخص اپنے عیال کی کفالت کے لیے روزی تلاش کرتا ہے
اس کا اجر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے زیادہ ہے۔

۲۔ الکاد علی عیالہ کالمجاہد فی سبیل اللہ۔^۳

اپنے عیال کے لیے محنت کرنے والا راہ خدا میں جہاد کرنے
والے کی مانند ہے۔

محنت کرنے والا اللہ کا حبیب ہے: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی

ہے:

الکاسب حبیب اللہ۔^۴

محنت سے کمائی کرنے والا حبیب خدا ہے۔

محنت عزت ہے: مروی ہے کہ معلیٰ بن خنیس کا کہنا ہے کہ امام جعفر

^۱ الکافی ۵: ۸۷

^۲ الکافی ۵: ۸۸

^۳ الکافی ۵: ۸۸

^۴ روح المعانی ألبوسی سورة القصص: الآيات ۵۷ تا ۷۷، ناشر: دار الكتب العلمية، بیروت۔

الطبعة الأولى، ۱۴۱۵ھ

صادق علیہ السلام کو علم ہوا کہ میں اپنی دکان پر دیر سے جاتا ہوں، تو آپ علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

اغدالی عزک۔^۱

تم اپنی عزت (دکان) کی طرف سویرے جایا کرو۔

محنت کرنے والے کو بخش دیا جائے گا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے مروی ہے:

من بات کان کالامن طلب الحلال بات مغفور آلہ۔^۲

جو حلال روزی کمانے کی وجہ سے حالت خستگی میں رات بسر کرتا ہے اسے

بخش دیا جاتا ہے۔

محنت نہ کرنے والے کے دعا قبول نہیں ہوگی:

۱۔ علی بن عبد العزیز راوی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے عمر

بن مسلم کا حال پوچھا تو میں نے عرض کیا وہ تجارت چھوڑ کر دُعا میں مشغول ہو گئے

ہیں۔ امام کو اس بات سے بہت دکھ ہوا، اور فرمایا:

وبحه أما علم ان تارک الطلب لا یستجاب له ان قوما من

اصحاب رسول اللہ ص لمانزلت وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ

مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۳ اغلقوا

الابواب و اقبلوا على العبادۃ و قالوا قد كفيانا فبلغ ذلك

النبي ص فارسل اليهم فقال ما حملكم على ما صنعتم قالوا

يارسول الله تكفل لنا بارزاقنا فاقبلنا على العبادۃ فقال انه

۱ الفقيه ۳: ۱۹۲

۲ وسائل الشیعة ۷: ۱۲۴

۳ سورہ الطلاق: ۳، ۲

من فعل ذلك لم يستجب له عليكم بالطلب۔^۱
 افسوس ہے اُس پر۔ اسے معلوم نہیں کہ محنت نہ کرنے والے
 کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی:
 وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا
 يَحْتَسِبُ.....

اور جو اللہ سے ڈرتا رہے اللہ اس کے لیے (مشکلات سے)
 نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے
 جہاں سے وہ سوچ بھی نہ سکتا ہو۔ تو کچھ اصحاب گھروں کے
 دروازے بند کر کے عبادت میں مشغول ہو گئے، اور کہنے لگے
 کہ اب روزی کمانے کے لیے محنت کرنے کی ضرورت باقی
 نہ رہی۔

یہ خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے انہیں اپنے پاس بلایا اور فرمایا:
 تم نے ایسے کیوں کیا؟

سب نے عرض کیا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہماری
 روزی کی اللہ نے کفالت لی ہے۔ اس لیے ہم مشغول عبادت
 ہو گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
 تم میں جو ایسا کرے گا اس کی دعا قبول نہ ہوگی۔ جاؤ محنت
 کرو اور روزی کماؤ۔

محنت کرنے کی تاکید: بہت سی احادیث میں محنت کی سخت تاکید کی گئی

ہے۔ چند ایک نذر قارئین ہیں:

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ایک روایت کا خلاصہ ہے:
 اشْتَدَّتْ حَالُ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ص فَقَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ
 لَوْ أَتَيْتِ رَسُولَ اللَّهِ ص فَسَأَلْتَهُ فِجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ ص فَلَمَّا رَأَتْهُ
 النَّبِيُّ ص قَالَ مَنْ سَأَلْنَا أُعْطِينَاهُ وَ مَنْ اسْتَعْنَى أَعْنَاهُ اللَّهُ فَقَالَ
 الرَّجُلُ مَا يَعْني عَيْرِي، فَرَجَعَ إِلَى امْرَأَتِهِ، فَأَعْلَمَهَا، فَقَالَتْ
 إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ص بَشَّرَ فَأَعْلَمَهُ فَأَتَاهُ فَلَمَّا رَأَتْهُ رَسُولَ اللَّهِ ص
 قَالَ مَنْ سَأَلْنَا أُعْطِينَاهُ وَ مَنْ اسْتَعْنَى أَعْنَاهُ اللَّهُ حَتَّى فَعَلَ
 الرَّجُلُ ذَلِكَ ثَلَاثًا ثُمَّ ذَهَبَ الرَّجُلُ فَاسْتَعَارَ مِعْوَلًا ثُمَّ أَتَى
 الْجَبَلَ فَصَعِدَهُ فَقَطَعَ حَطْبًا ثُمَّ جَاءَ بِهِ فَبَاعَهُ بِنِصْفِ مِدٍّ مِنْ
 دَقِيقٍ فَرَجَعَ بِهِ فَأَكَلَهُ ثُمَّ ذَهَبَ مِنَ الْعَدِّ فَبَاعَهُ بِأَكْثَرِ مِنْ ذَلِكَ
 فَبَاعَهُ فَلَمْ يَزَلْ يَعْمَلُ وَيَجْمَعُ حَتَّى اشْتَرَى مِعْوَلًا ثُمَّ جَمَعَ
 حَتَّى اشْتَرَى بَكْرَيْنِ وَ غُلَامًا ثُمَّ أَتَى حَتَّى أُيسِرَ فَبَاعَهُ إِلَى
 النَّبِيِّ ص فَأَعْلَمَهُ كَيْفَ جَاءَ يَسْأَلُهُ وَ كَيْفَ سَمِعَ النَّبِيُّ ص
 فَقَالَ النَّبِيُّ ص قُلْتُ لَكَ مَنْ سَأَلْنَا أُعْطِينَاهُ وَ مَنْ اسْتَعْنَى
 أَعْنَاهُ اللَّهُ!

نبی اکرم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک صحابی کے حالاً
 بڑے سخت ہو گئے۔ اس کی بیوی نے اسے کہا: تم رسول
 ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کچھ مانگو، وہ صحابی نبی
 ﷺ کے پاس آیا۔ جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا:
 جو ہم سے مانگتا ہے ہم اسے عطا کرتے ہیں اور جو بے

ہے اسے اللہ غنی کر دیتا ہے۔

اس صحابی نے (اپنے نفس میں کہا): نبی اکرم ﷺ کے

اس کلام کا مخاطب میرے علاوہ کوئی اور نہیں۔ وہ اپنی بیوی

کے پاس آیا اور اسے سارا ماجرا سنایا۔ وہ کہنے لگی: رسول اللہ

ﷺ بشریں توجاؤ اور انہیں واضح پراپنل مسئلہ بتاؤ۔ وہ

شخص خدمتِ رسول ﷺ میں حاضر ہوا۔ جب رسول اللہ

ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا:

جو ہم سے مانگتا ہے ہم اسے عطا کرتے ہیں اور جو بے نیاز ہوتا

ہے اللہ اسے غنی کرتا ہے۔

وہ صحابی اس طرح تین مرتبہ آتا جاتا رہا (اور نبی اکرم ﷺ

سے کچھ مانگنے کی جرأت نہیں کر سکا)۔ پھر وہ صحابی گیا اور

ایک کلہاڑا کرائے پر لیا، پھر پہاڑ پر گیا، اس پر چڑھا اور کچھ

لکڑیاں کاٹیں۔ پھر انہیں لے کر آیا اور انہیں ڈیڑھ کلو آٹے

کے بدلے میں بیچارے کرگھر آیا اور آرام سے کھایا۔ اگلے

دن پھر وہ گیا اور کل کی نسبت زیادہ لکڑیاں کاٹیں اور انہیں

بیچا۔ اسی طرح وہ یہ کام کرتا رہا اور کچھ پیسے جمع کیے حتیٰ کہ

نے اپنا کلہاڑا خرید لیا۔ پھر اس نے پیسے جمع کیے اور دو بکریاں

اور ایک غلام خرید لیا۔ پھر وہ مالدار ہو گیا یہاں تک کہ وہ آسانی

میں آ گیا۔ ایک دن نبی ﷺ کی خدمت میں آیا اور انہیں

ساری داستان سنائی کہ وہ کیسے آیا تاکہ آپ ﷺ سے کچھ

مانگے اور کیسے اس نے نبی ﷺ کو سنا۔ نبی ﷺ نے

فرمایا:

میں نے تجھے کہا تھا کہ جو ہم سے مانگتا ہے ہم اسے عطا کرتے

ہیں اور جو بے نیاز رہتا ہے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے۔

۲- عَنْ أَيُّوبَ أَخِي أَدِيمِ بِيَّاعِ الْهَرَوِيِّ قَالَ: كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عِ إِذْ أَقْبَلَ الْعَلَاءُ بْنُ كَامِلٍ فَجَلَسَ قُدَّامَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عِ فَقَالَ ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَرْزُقَنِي فِي دَعَاةٍ فَقَالَ لَا ادْعُ لَكَ اطْلُبْ كَمَا أَمَرَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ.^۱

ادیم بیاع ہروی کا بھائی ایوب بیان کرتا ہے کہ ہم ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب تھے کہ اتنے میں علاء بن کامل داخل ہوا اور آپ علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کی:

حضور دعا فرمائیں کہ مجھے آسانی سے روزی مل جائے۔
آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میں تیرے لیے دعا نہیں کروں گا۔ جاؤ جس طرح اللہ عز و
جل نے حکم دیا ہے، روزی تلاش کرو۔

۳- مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَالًا لَا اسْتِغْفَافًا عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَسَعْيًا عَلَى
عِيَالِهِ وَتَعَطُّفًا عَلَى جَارِهِ لَقِيَ اللَّهَ وَوَجَّهَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ^۲

جو دنیا کو اس لیے طلب کرتا ہے تاکہ حلال کما کر مانگ
اپنا دامن بچا کر رکھے اور اپنے عیال کی ضرورت پوری
کی کوشش کرے اور اپنے پڑوسی پر مہربان بنے وہ شہ
سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چود
کے چاند کی مانند چمک رہا ہو گا۔

۴- إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لِيُحِبَّ الْإِعْتِرَابَ فِي طَلَبِ الرِّزْقِ.^۳

^۱ الکافی ۵: ۸۷ باب الحث علی الطلب والتعاض للرزق ح ۳

^۲ مستدرک الوسائل، ۱: ۱۳۷ حدیث: ۱۴۶۰۸

^۳ مستدرک الوسائل ۱۳: ۱۷۷ حدیث: ۱۴۶۰۸

بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ رزق کے طلب کرنے کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر دوسرے وطن میں جانے کو پسند کرتا ہے۔

۵۔ لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَرَكَ دُنْيَاهُ لِآخِرَتِهِ وَلَا آخِرَتَهُ لِدُنْيَاهُ. ۱

وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے اپنی دنیا کو اپنی آخرت کی خاطر ترک کر دیا اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جس نے اپنی آخرت کو اپنی دنیا کے لئے چھوڑ دیا۔

۶۔ عَمَلٌ لِدُنْيَاكَ كَأَنَّكَ تَعِيشُ أَبَدًا وَاعْمَلْ لِآخِرَتِكَ كَأَنَّكَ تَمُوتُ غَدًا. ۲

اپنی دنیا کے لیے اس طرح محنت کرو گویا تم ہمیشہ رہو گے اور اپنی آخرت کے لیے یوں عمل کرو گویا تم نے کل ہی مر جانا ہے۔

۷۔ إِنْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَحِبُّ الْمُحْتَرِفَ الْأَمِينِ. ۳

بے شک اللہ عزوجل امانت دار ”ہنر مند و پیشہ ور“ سے محبت کرتا ہے۔

محنت سنت انبیاء و آئمہ علیہم السلام ہے: محنت کرنا انبیاء علیہم السلام کی

سنت ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی روزی خود محنت کر کے کماتے اور راہ خدا میں خرچ کرتے۔ چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث بہ رسالت ہونے سے پہلے خود محنت کرتے تھے۔ بکریاں چراتے اور تجارت کرتے تھے بلکہ مبعوث بہ رسالت ہونے کے بعد بھی اصحاب کے برابر محنت فرماتے۔ اس ضمن میں چند روایات ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ من لایحضرہ الفقیہ ۳: ۵۶۱۔ حدیث: ۳۵۶۸

۲۔ من لایحضرہ الفقیہ، ۳: ۵۶۱۔ حدیث: ۳۵۶۹

۱۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ (ع) نے اپنے جدِ بزرگوار حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت فرمائی ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَى دَاوُدَ أَنَّكَ نِعْمَ الْعَبْدُ إِلَّا أَنَّكَ تَأْكُلُ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ فَبَكَى دَاوُدُ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَيْهِ أَنِّي أَلَنْتُ لَكَ الْحَدِيدَ فَكَانَ يَعْمَلُ مِنْ ذَلِكَ دُرُوعًا فَيَبِيعُهَا وَ يَفْتَاتُ بِأَثْمَانِهَا وَيَتَصَدَّقُ بِالْبَاقِي. ۱

اللہ تعالیٰ نے جناب داودؑ پر وحی نازل کی کہ (اے داود بہترین عبد ہو، سوائے اس کے کہ تم بیت المال سے کھاؤ، اس پر داودؑ نے گریہ کیا پھر ان کی طرف اللہ کی وحی (اے داود!) میں نے تیرے لیے لوہے کو نرم کر دیا ہے۔ جناب داودؑ اس لوہے سے ذرہ بنایا کرتے اور اسے بیچ کر ملتے اس سے اپنی ضرورت کالے لنتے اور باقی صدقہ کرتے تھے۔

۲۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مروی ہے:

وَلَقَدْ أَعْتَقَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَلْفَ مَمْلُوكٍ لَوْ جَهَّ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ (وَبَرَّثَ) فِيهِمْ يَدَاهُ. ۲

امام علیؑ نے صرف اللہ عزوجل کی خاطر ایک ہزار غلاموں کو خرید کر انہیں اپنی باتھور کی کمائی سے آزاد کیا۔

۳۔ ابو عمرو شیبانی راوی ہیں:

عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

اعوالی اللغوی العزیز ۲: ۱۰۸۔ حدیث: ۲۹۴

۲ وسائل الشیعة، ۲۳: ۱۰۔ حدیث: ۲۸۹۸۴

وَبِيَدِهِ مَسْحَاةٌ وَعَلَيْهِ إِزَارٌ غَلِيظٌ يَعْمَلُ فِي حَائِطٍ لَهُ وَالْعَرَقُ
يَنْصَابُ عَنْ ظَهْرِهِ ، فَقُلْتُ : جُعِلْتُ فِدَاكَ أَعْطَيْتَنِي أَكْفِكَ ،
فَقَالَ لِي : إِنِّي أَحِبُّ أَنْ يَتَأَذَى الرَّجُلُ بِحَرِّ الشَّمْسِ فِي
طَلَبِ الْمَعِيشَةِ .^۱

ابی عمر شویبان بیان کرتے ہیں: میں نے امام جعفر صادق علیہ

السلام کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں بلچہ تھا ، آپ نے موٹی چادر
زیب تن کی ہوئی تھی ، آپ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے اور
پسینہ سے آپ کی پشت مبارک بھنگی ہوئی تھی ، میں نے کہا :
میں آپ کی قربانی و فدیہ قرار پاؤں ! آپ مجھے یہ دیں میں آپ
کی جگہ کام کرتا ہوں۔ امام نے مجھے کہا:

مجھے یہ پسند ہے کہ ایک شخص سورج کی تپش میں اذیت کاتنے
ہوئے اپنی زندگی کا ساز و سامان کرے۔

۳۔ علی بن ابی حمزہ راوی ہے:

رَأَيْتُ أَبَا الْحَسَنِ عِ يَعْمَلُ فِي أَرْضٍ لَهُ ، قَدْ اسْتَنْقَعَتْ قَدَمَاهُ
فِي الْعَرَقِ ، فَقُلْتُ لَهُ : جُعِلْتُ فِدَاكَ أَيْنَ الرَّجَالُ ، فَقَالَ : يَا
عَلِيُّ قَدْ عَمِلَ بِالْيَدِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي فِي أَرْضِهِ وَمِنْ أَبِي -
فَقُلْتُ لَهُ : وَمَنْ هُوَ ؟ فَقَالَ : رَسُولُ اللَّهِ ص وَأَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ
وَأَبَائِي ع كُلُّهُمْ ، كَانُوا قَدْ عَمِلُوا بِأَيْدِيهِمْ ، وَهُوَ مِنْ عَمَلِ
التَّيِّبِينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَالْأَوْصِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ .^۲

میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دیکھا کہ آپ اپنی زمین پر
کام کر رہے ہیں۔ آپ کے دونوں قدم مبارک پسینے میں

۱ الکافی ۵: ۷۰۔ حدیث: ۱۳

۲ الکافی ۵: ۷۷۔ حدیث: ۱۰

شرابور تھے (جس کی وجہ سے پاؤں کے نیچے کی مٹی کچڑ نما ہو گئی تھی) میں نے خدمتِ اقدس میں عرض کی: میں آپ کی قربانی قرار پاؤں، کام کرنے والے بندے کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اے علی (بن حمزہ بطائی)! ہاتھ سے ان ہستیوں نے کام کیا جو اس زمین پر مجھ سے اور میرے والد محترم سے بہتر ہیں۔ میں نے عرض کی: وہ کون ہیں (جو آپ اور آپ کے والد سے بہتر و افضل ہیں)؟ امام نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنین اور میرے تمام آباء اطہار علیہم السلام۔ وہ اپنے ہاتھوں سے کام کیا کرتے تھے اور ہاتھ سے کام کرنا انبیاء، مرسلین، اوصیاء علیہم السلام اور صالحین کی سیرت و عمل ہے۔

۵۔ دَخَلْنَا عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ ع وَهُوَ يَعْمَلُ فِي حَائِطٍ لَهُ فَقُلْنَا جَعَلَنَا اللَّهُ فِدَاكَ دَعْنَا نَعْمَلَ لَكَ أَوْ تَعْمَلَهُ الْعِلْمَانُ قَالَ لَا دَعُونِي فَإِنِّي أَشْتَهِي أَنْ يَرَانِي اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْمَلُ بِيَدِي وَ أَطْلُبُ الْحَلَالَ فِي أَدَى نَفْسِي!

ہم امام جعفر صادق (علیہ السلام) کی خدمتِ اقدس میں حاضر

ہوئے جبکہ وہ اپنے باغ میں کام کر رہے
تھے، ہم نے کہا: اللہ ہمیں آپ کی قربانی
قرار دے، آپ چھوڑیں ہم آپ کے لئے کام
کرتے ہیں یا غلاموں کو اس کام پر مامور
فرمائیے۔ آپ نے فرمایا:

نہیں، مجھے یہ کام کرنے دو، کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ اللہ عز و
جل مجھے میرے ہاتھوں سے کام کرتا دیکھے اور میں اپنے نفس
کو اذیت میں ڈال کر حلال (رزق) طلب کروں۔



محنت اور احکام

احکام کی قسمیں

شریعت اسلامیہ میں احکام کی پانچ قسمیں ہیں:

واجب۔ حرام۔ مستحب۔ مکروہ اور مباح۔ محنت میں بھی یہی پانچ احکام موجود ہیں:

واجب محنت: واجب کی دو قسمیں ہیں: واجب عینی اور واجب کفائی۔

واجب عینی: یہ وہ واجب ہے جو ہر فرد پر بذات خود بجالانا واجب ہے

خواہ کوئی اور شخص اسے بجالائے یا نہ لائے، جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ۔

واجب کفائی: اس واجب کو کہتے ہیں جو اجتماعی طور پر سب پر واجب

ہے مگر اسے ایک یا چند افراد بجالائیں تو بھی کافی ہے اور دوسروں پر سے یہ واجب

ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسے مردہ مسلمان کو دفن کرنا، کفن دینا وغیرہ۔ محنت میں بھی واجب

کی یہی دو قسمیں موجود ہیں۔

واجب عینی محنت: اپنے اور اپنے زیر کفالت افراد کے لیے کسب

معاش کرنا اگر محنت کرنے پر موقوف ہو اور محنت کرنے پر قادر بھی ہو تو اس صورت

میں محنت کرنا ہر فرد پر واجب عینی ہے۔

اپنی ذات اور اپنے عیال کے لیے محنت کرنا واجب ہے اور اس کے

وجوب پر بے شمار دلائل موجود ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

ملعون ملعون مَن ضیع مَن یعول۔^۱

اپنے عیال کے لیے کچھ نہ کرنے والا شخص ملعون ہے ملعون ہے۔

حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے:

كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُضَيِّعَ مَنْ يَعُولُهُ.^۲

انسان کے گنہگار ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے عیال

کے لیے کچھ نہ کرے۔

اسلامی فقہ کے مطابق اگر کوئی شخص محنت کرنے پر قادر ہونے کے باوجود

محنت نہیں کرتا اور محتاج بن جاتا ہے، وہ محتاجوں کی مدد سے مدد حاصل کرنے کا مستحق

نہ ہوگا اور اسے خمس و زکوٰۃ یا بیت المال سے کچھ نہ ملے گا۔

واضح رہے اسلامی حکومت کا فریضہ ہے کہ وہ محتاجوں کے لیے بیت المال

سے معاش فراہم کرے۔

شرعاً ہر شخص پر اس قدر محنت کرنا واجب ہے کہ اس سے اپنی اور اپنے اہل

و عیال کی ضروریات زندگی پوری کر سکے اور معاشرے میں اس کا وقار اور عزت

محفوظ رہے۔ جس سطح کا مکان، تن کے کپڑے اور دیگر لوازمات اس کے لیے

مناسب ہیں، ان کا فراہم کرنا واجب ہے اور اگر محنت نہ کرنے یا کم محنت کرنے کی

وجہ سے ذلیل و خوار ہو جاتا ہے اور اس کا وقار مجروح جاتا ہے تو یہ گناہ ہے۔

واجب کفائی محنت: وہ محنت جو سب پر واجب ہے لیکن اگر کچھ لوگ

اسے انجام دیتے ہیں تو بھی کافی ہے۔ سماجی ضرورت کی اشیاء فراہم کرنا واجب کفائی

میں ہے۔ مثلاً زراعت کرنا سب پر واجب ہے لیکن اگر کچھ لوگ اس ضرورت کو پورا

کردیتے ہیں تو یہی کافی ہے۔ اسی طرح کپڑوں کے کارخانے بنانا، فلور ملز قائم کرنا،

۱ الکافی ۳: ۱۲

۲ الکافی ۱۲: ۴، باب کفالة العیال۔ حدیث ۸

دکان داری کرنا جس سے محلے اور گاؤں والوں کے لیے روز مرہ اشیاء صرف فراہم ہوتی ہیں، واجب کفائی ہیں۔

ایک دکان دار اسلامی اصولوں کے مطابق دکان داری کرتا ہے اور محلے اور گاؤں والوں کے لیے ان کی ضرورت کی اشیاء فراہم کرتا ہے تو اس سے دو واجب بہ یک وقت ادا ہوتے ہیں: اپنے اہل و عیال کے لیے کسب معیشت بھی انجام پاتا ہے جو واجب عینی ہے اور سماج کی ضرورت بھی پوری ہو جاتی ہے جو واجب کفائی ہے۔
مستحب محنت: یہ وہ محنت ہے جو شرعاً مستحسن ہے۔ مثلاً اپنے بچوں کو آرام و آسائش پہنچانے کے لیے محنت کرنا۔ اپنے تنگ مکان کو وسیع بنانے کے لیے محنت کرنا۔ رفاہ عامہ کے لیے محنت کرنا جیسے، اسپتال بنانے، بچوں کی صحت اور غریبوں کی دستگیری کرنے کے لیے محنت کرنا مستحب ہے۔

حرام محنت: وہ محنت حرام ہے جو اپنے اور معاشرے کے لیے نقصان دہ ہو۔ جیسے شراب کشید کرنا اور افیون کا کاروبار کرنا وغیرہ۔ اسی طرح وہ محنت بھی حرام ہے جس سے کسی دوسرے فرد کو ضرر پہنچے۔ اس سلسلے میں اسلام کا ایک جامع قانون ہے جسے قانون ”لا ضرر ولا ضرار“ کہتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے الفاظ سے ماخوذ ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں ضرر پہنچانا اور ضرر اٹھانے کا کوئی قانونی جواز نہیں ہے۔ ذیل میں ہم حرام محنت کے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

۱۔ قما بازی: کے لیے آلات بنانے میں محنت کرنا شرعاً حرام ہے۔ کلام

مجید میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ
 وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ

لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۝۱

اے ایمان والو! شراب اور جوا اور مقدس تھان اور پانے سب ناپاک شیطانی عمل ہیں پس اس سے پرہیز کرو تاکہ تم نجات حاصل کر سکو۔

آیت میں جوا کے لیے لفظ الْمَيْسِرُ استعمال فرمایا گیا ہے اور ”انصاب“ ایسے پتھروں کو کہتے ہیں جن کے پاس جاہلیت کے زمانے میں لوگ اپنی قربانیاں ذبح کیا کرتے تھے۔

ازلام لکڑی کے ان ٹکڑوں کو کہتے ہیں جن سے جاہلیت کے دور میں برکتیں طلب کرتے تھے۔

اسلام نے جوا کھیلنا اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ قمار بازی بلا محنت کمانے کا ایک موہوم ذریعہ ہے اور ہم آگے تفصیل بتائیں گے کہ اسلامی اصولوں کے مطابق بلا محنت انسان کسی چیز کا مالک نہیں ہو سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جوا ایک غیر پیداواری عمل ہے اور جو عمل غیر پیداواری ہو وہ قومی اقتصاد کے لیے ایک زیاں ہے اور غیر پیداواری عمل کے عام ہونے سے اقتصادی امور کی پیشرفت متاثر ہوتی ہے۔ زراعت، صنعت اور تجارت سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور فطرت کے لیے بے بہا خزانوں سے فائدہ اٹھانے کی بجائے انسان دوسروں کی دولت جوئے کے ذریعہ بٹورنے کی فکر میں مشغول ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں قوموں کی ترقی اور تمدن کا خاتمہ ہو جاتا ہے نیز جوئے کے ذریعے ایک شخص ایک ہی رات میں بلا محنت امیر بن جاتا ہے جب کہ دوسرا ایک ہی رات میں غریب ہو جاتا ہے۔

۲۔ لہو و لعب: اسلام نے ان چیزوں پر محنت کرنا حرام قرار دیا ہے جن

سے معاشرے کو کوئی معقول فائدہ نہیں پہنچتا۔ ان کا بنانا، ان سے کرایہ لینا اور ان چیزوں کی خرید و فروخت حرام ہے۔

۳۔ شراب کشید کرنا: اسلام کے نزدیک شراب بنانا اور اس کے نقل و انتقال کے لیے کام کرنا کلیۃً حرام ہے بلکہ ان لوگوں کے ہاتھ انکو فروخت کرنا بھی حرام ہے جو اس سے شراب بناتے ہیں۔ اسلام اس اُم الخبائث کو قطعی حرام قرار دیتا ہے کیونکہ شراب تمام جرائم کا منبع اور تمام رذالتوں کا مصدر ہے۔ بعض ڈاکٹروں نے صحت کے لیے اس کے چوبیس مضر اثرات شمار کیے ہیں۔

۴۔ ظالم کی مدد کرنا: ظالم کی مدد کے سلسلے میں جو بھی محنت سرانجام پائے، شرعاً حرام محنت ہے اور اس کا معاوضہ لینا بھی حرام ہے۔ بعض احادیث میں ظالم کی مدد کرنے والے کو خارج از اسلام قرار دیا گیا ہے۔

یہ اسلام کا ایک سیاسی حکم ہے۔ نظام حق و انصاف کو زمین خدا پر رائج کرنے اور اسے قائم رکھنے کے لیے ظالم کے ساتھ بائیکاٹ کا حکم دیا ہے۔ مسلمان اگر اسلام کے اسی ایک حکم کی تعمیل کرتے تو آج کسی اسلامی سرزمین پر کسی ظالم کا تسلط قائم نہ ہوتا۔ آج عالم اسلام اغیار کی غلامی کی بندشوں میں جکڑا ہوا ہے تو صرف اس لیے کہ اسلام کی اس عظیم تعلیم سے انحراف کیا گیا اور مسلمان ہر قسم کے ظالم اور استبدادی نظاموں کی مدد کرنے اور ان کے ساتھ تعاون کرنے میں پیش پیش رہے۔ قرآن مجید نے پہلے ہی سے یہ اعلان فرمایا ہے:

وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ
مِلَّتَهُمْ... ۱

اور آپ سے یہود و نصاریٰ اس وقت تک خوش نہیں ہو سکتے جب تک آپ ان کے مذہب کے پیرو نہ بن جائیں۔

آج ہم میں سے ہر فرد جانتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کن کن لوگوں سے خوش اور کیسے لوگوں کو پسند کرتے ہیں۔ اس کے باوجود مسلمانوں کا شعور یہ ہے کہ وہ ایسے افراد کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔

۵۔ ملاوٹ: ملاوٹ کے ذریعے محنت کرنا حرام ہے۔ دودھ کا کاروبار کرنا اپنی جگہ ایک مستحسن محنت اور جائز ہے مگر یہ محنت اس وقت حرام ہو جاتی ہے جب دودھ میں ملاوٹ آجائے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

لیس منامن غش مسلما۔^۱

جو کسی مسلمان کو ملاوٹ شدہ چیز سے دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

من غش المسلمین حشر مع الیہود یوم القیامۃ لانہم اغش الناس للمسلمین۔^۲

جس نے مسلمانوں کو ملاوٹ شدہ چیز سے دھوکہ دیا وہ روز قیامت یہودیوں کے ساتھ محشور کیا جائے گا کیونکہ لوگوں میں مسلمانوں کو سب سے زیادہ ملاوٹ شدہ چیز سے دھوکہ دینے والے یہی لوگ ہیں۔

ان پانچ چیزوں کے علاوہ حرام محنت کی بہت سی قسمیں ہیں جو فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

مکروہ محنت: اسلام نے محنت کی کچھ قسموں کو مکروہ قرار دیا ہے اور مسلمانوں کے لیے یہ فکری ہے کہ وہ ایسے پیشوں سے بالاتر رہیں اور ان چیزوں کو اپنا ذریعہ معاش نہ بنائیں، جیسے قصاب کا پیشہ کیونکہ یہ قساوت قلبی کا سبب بنتا ہے۔

^۱ الفقیہ ۳: ۲۷۳

^۲ حوالہ سابق

یعنی جانوروں کا ذبح کرنے کو پیشہ بنانا مکروہ ہے اور اگر اسے پیشہ نہ بنایا جائے اور کبھی کوئی جانور ذبح کر لیا جائے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔

مباح محنت: یہ وہ محنت ہے جسے اختیار کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ مثلاً ایک شخص اپنی آمدنی میں اضافہ کرنا چاہتا ہے جس کے لیے وہ تجارت کرتا ہے۔ تجارت خود اپنی جگہ مستحب امر ہے۔

مگر یہ تجارت کس جنس کی ہو؟ یہ انتخاب انسان کی اپنی ذات سے مربوط ہے۔ مثلاً، کوئی کپڑے کی تجارت کرتا ہے اور کوئی کتابوں کی۔ تجارت کا یہ انتخاب مباح ہے۔



محنت اور قیمت کا تعین

ماہرین اقتصادیات میں اس بات پر اختلاف ہے کہ قیمت کا تعین کس چیز سے ہوتا ہے یعنی کسی مال میں قیمت کا وجود کس شے کا مرہونِ منت ہے؟ ہم یہاں چند معروف نظریات کا ذکر کرتے ہیں۔

آدم سمٹھ کا نظریہ

آدم سمٹھ نے یہ سمجھنے کی کوشش کی کہ دولت کیسے وجود میں آتی ہے اور اس کے علل و اسباب کیا ہیں؟ آدم سمٹھ تبادلاتی اور مصرفی قیمت میں فرق بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اور کہتا ہے۔ ایک شے کی مصرفی قیمت زیادہ اور تبادلاتی قیمت کم ہوتی ہے۔ جیسے پانی اور ہوا۔ ظاہر ہے کہ مصرف کے اعتبار سے کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ نہ کھانے کے کام آتے ہیں نہ پینے کے اور نہ اوڑھنے کے جب کہ ان کی تبادلاتی قیمت بہت زیادہ ہے۔ وہ کہتا ہے کسی چیز کی مصرفی قیمت تبادلاتی قیمت کے ساتھ مربوط نہیں ہے کیونکہ مصرفی قیمت مختلف افراد کے نزدیک فرق کرتی ہے، یہ کسی کے نزدیک بہت قیمتی ہوتی ہے اور کسی کے نزدیک کم۔

اس لیے آدم سمٹھ نے صرف تبادلاتی قیمت کی وضاحت کرنے کی کوشش کی

ہے۔ چنانچہ وہ اس بارے میں کہتا ہے:

کسی شے کی قیمت کا تعین اس محنت سے ہوتا ہے جو اس شے کے تیار کرنے میں صرف ہوتی ہے اگر ایک شے کے بنانے پر

دس گھنٹے صرف ہوتے ہیں اور کسی اور شے کے بنانے پر پانچ گھنٹے، تو پہلی شے کی قیمت دوسری شے کی قیمت سے دوگنی ہوگی۔ اسی طرح کسی چیز کے تیار کرنے پر جس قدر محنت زیادہ صرف ہوتی ہے اسی قدر اس کی قیمت بھی زیادہ ہوگی۔

آدم سمٹھ کے نظریے کے مطابق جب قیمت کا پیمانہ محنت ہے تو خود محنت کا پیمانہ قائم کرنا مشکل ہوگا کیونکہ محنت کو دو قسمیں ہیں:

ایک سادہ محنت اور دوسری ماہرانہ محنت۔ مثلاً راج اور انجینئر کی محنت میں فرق ہے۔ لہذا محنت کا پیمانہ دس اور پانچ گھنٹے کو قرار دیتے ہوئے خود محنت کی نوعیت کو بھی سامنے رکھنا ضروری ہے۔ لہذا اگر ایک شے کے تیار کرنے پر راج دس گھنٹے لگاتا ہے تو انجینئر کسی اور شے کے تیار کرنے پر پانچ گھنٹے، تو اس صورت میں قیمت کا معیار محنت نہ ہوئی بلکہ محنت کے ساتھ اس کی نوعیت کو بھی قیمت کے تعین میں دخل ہوگا اور جب تک خود محنت کا کوئی پیمانہ سامنے نہیں آتا اس وقت تک ہم محنت اور قیمت کو باہم مربوط نہیں کر سکتے۔

آدم سمٹھ نے جب دیکھا کہ اس کا یہ نظریہ درست ثابت نہیں ہو سکتا تو اس نے ایک اور نظریہ قائم کیا اور کہا:

کسی شے کی قیمت کا تعین اس محنت سے ہوتا ہے جو بازار میں مقبول ہے۔ یعنی قیمت کے تعین کے لیے وہ محنت دخیل ہے جسے بازار میں معیار بنایا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ محنت کا ایک معیار وہ ہے جو کسی مال کی پیداوار میں دخیل ہے اور ایک معیار وہ ہے جو بازار میں ہے۔ جو محنت پیداوار میں دخیل ہے اس کے مطابق اجرت ملا کرتی ہے اور جو معیار بازار میں قائم ہے اس کے مطابق قیمت کا تعین ہوا کرتا ہے۔

آدم سمٹھ اپنے ان دو متضاد نظریوں میں تضاد ختم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتا ہے:

قیمت کے تعین میں محنت کا پیداواری معیار اور بازاری معیار دونوں دخیل ہیں۔

اس نظریے سے یہ لازم آتا ہے کہ اجرت اور قیمت برابر ہو۔ مگر حقیقت آدم سمٹھ سمیت سب جانتے ہیں کہ قیمت ہمیشہ اجرت سے زیادہ ہوتی ہے اسی لیے قدر زائد جو اجرت سے زائد منافع ہے وہ مالک کی جیب میں جاتا ہے، لہذا آدم سمٹھ مجبور ہے کہ وہ اس بات کو قبول کرے کہ محنت پیداوار کے لیے بنیاد نہیں ہے یا اس بات کو قبول کرے کہ محنت اور قیمت برابر ہے۔

لہذا آدم سمٹھ کو آخر کار اپنے دونوں نظریوں پر نظر ثانی کرنا پڑی اور اس نے کہا: قیمت کے تعین کے لیے صرف محنت اس وقت معیار تھی جب انسان ابتدائی دور میں کسی سرمائے اور زمین کا مالک نہ تھا۔

ریکارڈو کا نظریہ

انگلستان کے مشہور ماہر اقتصادیات ریکارڈو کو سمٹھ کا نظریہ پسند نہیں آیا۔ وہ چاہتا تھا کہ آج کل کے ماڈرن دور میں بھی قیمت کا تعین صرف محنت ہی سے ہو۔ اس لیے آدم سمٹھ پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے:

تبادلاتی قیمت کا تعین اس محنت سے ہوتا ہے جو اس شے کے تیار کرنے پر صرف ہوتی ہے اور قیمت کے تعین میں اجرت کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اجرت تو مزدوری کے نرخ کے مطابق دی جاتی ہے اور قیمت کا تعین اس چیز پر صرف ہونے والی محنت سے ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اجرت سے قیمت زیادہ ہوا کرتی ہے۔

یہاں ریکارڈو یہ بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ اُجرت سے قیمت زیادہ کیوں ہوتی ہے؟ اور کہتا ہے:

محنت کی دو قسمیں ہیں: ایک موجودہ محنت اور ایک سابقہ محنت۔
موجودہ محنت وہ ہے جو پیداوار کے وقت عمل میں آئی ہے اور
سابقہ محنت وہ ہے جو کسی مشینری میں موجود ہوتی ہے۔ یعنی
سرمایہ میں۔

ریکارڈو مزید کہتا ہے:

صرف زمین عطیہ الہی ہے اور باقی پیداواری وسائل سابقہ
محنتوں کا ہی پھل ہیں۔ لہذا پیداواری عامل صرف محنت ہے۔
دوسرے لفظوں میں جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ عوامل سرمایہ اور محنت
ہیں وہ اس طرح ہے کہ سرمایہ سے مراد سابقہ محنت ہے۔ لہذا
پیداواری عامل محنت ہی ہے۔

اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ پیداواری آلات بھی مختلف ہوتے
ہیں۔ مثلاً ایک زرعی آلات ہیں اور دوسرے صنعتی آلات۔ دونوں پر ایک ہی طرح
کی محنت صرف ہوئی ہے تو کیا دونوں کے ذریعہ جو پیداوار ہوگی اس کی قیمت برابر
ہوگی؟ سب جانتے ہیں کہ ان دونوں کی قیمت میں اور بھی کئی چیزیں دخیل ہیں۔ جن
کے تحت ان کی قیمت کا تعین ہوگا۔ ان کا ہم آئندہ ذکر کریں گے۔
ریکارڈو تسلیم کرتا ہے کہ بعض اشیاء کی قیمت کا تعین محنت سے نہیں ہوتا
جیسے تاریخی اشیاء آثار قدیمہ وغیرہ۔

کارل مارکس کا نظریہ

کارل مارکس نے آدم سمٹھ اور ریکارڈو سے یہی نظریہ لیا کہ قیمت کا تعین
محنت ہی سے ہوتا ہے اور کہا کہ ہر شے کی قیمت وہ محنت ہے جو اس کے تیار کرنے

پر صرف ہوئی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ قیمت کے تعین میں سرمایہ کو کوئی دخل نہیں ہے کیونکہ اگر سرمایہ آلات و اوزار کی شکل میں ہے تو ان اوزار و آلات کی قیمت بھی کسی محنت کا نتیجہ ہے۔ لہذا سرمایہ بھی محنت ہے، اور جو خام مواد قدرتی طور پر موجود ہے جیسے زمین، ہوا اور جنگل وغیرہ تو اس سے کسی چیز میں قیمت نہیں آتی۔ مارکس قیمت کے لیے محنت کو پیمانہ بناتا ہے اور خود محنت کے لیے اسے کوئی پیمانہ نہیں ملتا اس کے اپنے الفاظ میں:

جب ہم کہتے ہیں کہ مال کی قیمت اجرت سے طے پاتی ہے تو ہم کیا کہنا چاہتے ہیں؟ خود اجرت کیا ہے؟ محنت کی قیمت۔ تو مطلب یہ ہوا کہ مال کی قیمت قدر (value)، محنت کی قدر (value) سے طے پاتی ہے یا یوں کہیے کہ محنت کی قدر (value) ہی ایک عام پیمانہ ہے جس سے قدریں (values) ناپی جاتی ہیں تو پھر خود محنت کی قدر (value) کیونکر طے پاتی ہے؟ آگے راستہ بند ہے۔ اگر ہم منطق کی معقولیت سے بحث کریں تو واقعی آگے راستہ بند ہے۔^۱

تجرب کی بات تو یہ ہے کہ جب محنت کی قدر (value) طے نہیں پاسکتی، تو مارکس اور قدروں (values) کو کس پیمانے میں ناپے گا؟ اور خود محنت کا پیمانہ مارکس کے نزدیک وقت ہے۔ یعنی کسی چیز کے تیار کرنے پر جو وقت صرف ہوا ہے اسی کے حساب سے قیمت کا تعین ہو جائے گا۔ خود کارل مارکس کے الفاظ یہ ہیں:

سوال یہ ہے کہ محنت کی مقدار کیسے ناپی جائے؟ ناپ یوں ہوگا کہ جتنی دیر محنت کی گئی اس کے وقت گھنٹوں اور دنوں وغیرہ کے حساب سے محنت ناپی جائے گی اور اس ناپ سے کام لے کر ہم سب طرح کی محنتوں کا ایک اوسط یا معمولی محنت کی سطح پر لا

^۱ ملاحظہ اجرت قیمت اور منافع ص ۳۶ طبع ماسکو۔

کران کی اکائی معلوم کر لیں گے۔^۱

دوسری جگہ اجرت اور قیمت میں فرق بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ قیمت کے تعین میں اجرت کو کوئی دخل نہیں ہے:

ہم فرض کر لیتے ہیں کہ گہیوں کے ایک کوارٹر اور ایک اونس سونے میں برابر کی ویلیو ہے یا قدر میں دونوں مساوی ہیں کیونکہ دونوں میں اوسط درجے کی محنت کی ایک سی مقدار ٹھوس شکل اختیار کیے ہوئے ہے۔ اتنے دن، یا اتنے ہفتے کی محنت ان میں اکٹھی ہو گئی ہے۔ اسی طرح سے جب ہم سونے اور اناج کی نسبتی قدریں طے کرتے ہیں تو کیا کہیں ان اجرتوں کا حوالہ بھی آتا ہے جو زراعت کے محنتی یا کان کھودنے والے کو دی گئی ہیں؟ قطعاً نہیں۔ ہم اس کے بارے میں کوئی سوال ہی نہیں کرتے کہ ان دونوں کی روزانہ یا ہفتہ واری محنت کے لیے ادائیگی کیونکر کی گئی بلکہ یہ سوال تک درمیان میں نہیں آتا کہ ان اموال میں اجرتی محنت (مزدوری) لگی بھی ہے یا نہیں؟^۲

کارل مارکس محنت کی انفرادی حیثیت کا قائل نہیں ہے۔ وہ محنت میں سماج کو بھی ذخیل سمجھتا ہے بلکہ وہ کہتا ہے کہ پوری تاریخ کے انسان کا بھی ہر ایک محنت میں دخل ہے۔ یعنی پوری تاریخ کے انسانوں کے تجربوں کو دخل ہے۔ وہ خود اس مطلب کو غیر واضح الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے:

جب کوئی شخص ایک چیز فوری ضرورت کے لیے، ذاتی استعمال کے لیے تیار کرتا ہے وہ ایک تیار چیز ہوئی، تیار مال نہیں ہوا۔ ایک شخص نے اپنا کام چلانے کے لیے ایک چیز تیار کی تو اسے

^۱ اجرت قیمت اور منافع ص ۳۷ طبع ماسکو

^۲ حوالہ سابق ص ۳۶

سماج سے کچھ سروکار نہیں لیکن مال کے تیار کرنے میں ہوتا یہ ہے کہ آدمی صرف وہی چیز نہیں بناتا جو کسی سماجی ضرورت کی تسکین کر دے بلکہ خود اس کی محنت بھی اس مجموعی مقدارِ محنت کا ایک لازمی حصہ ہوتی ہے جو سماج نے چیزوں کے بنانے پر خرچ کی ہے۔ ہر آدمی کی محنت اس محنت کی تقسیم کی پابند ہے جو سماج میں جاری ہوئی ہے۔ سماجی محنت کی دوسری کڑیوں سے الگ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔^۱

ماہر اور غیر ماہر کی محنت کے بارے میں مارکس کہتا ہے: ماہر کی محنت سادہ محنت کا نچوڑ ہے اور سادہ محنت کو اگر ہم ضرب دیں تو یہ ماہر کی محنت کے برابر ہو جائے گی اور ماہر کی محنت کی قیمت اس لیے زیادہ ہے کہ ماہر نے مہارت حاصل کرنے کے لیے محنت کی ہے اور اس کی محنت کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ماہر بن گیا اور اس کی مہارت میں اس کی تعلیمی محنت پوشیدہ ہے۔ لہذا اس کی محنت کی قیمت کا تعین اس کے دورانِ تعلیم سے لے کر دورانِ محنت تک کو سامنے رکھ کر کرنا ہوگا۔

مارکس اپنے اس کلیے سے بعض اشیاء کی قیمت کے تعین کو مستثنیٰ قرار دیتا ہے اور کہتا ہے:

بعض اشیاء کی قیمت کا تعین محنت سے نہیں ہوتا۔ جیسے نایاب اور نادر اشیاء اور تاریخی چیزیں، قدیم قلمی نسخے اور آثارِ قدیمہ سے مربوط چیزیں وغیرہ

سرمایہ دارانہ نظریہ

سرمایہ دارانہ نظریے کے تحت قیمت کا تعین محنت سے نہیں بلکہ رسد اور

^۱ حوالہ سابق ص ۳۶

طلب (سپلائی اور ڈیمانڈ) سے ہوتا ہے۔ اگر مانگ زیادہ اور رسد کم ہے تو قیمتیں چڑھ جاتی ہیں اور اگر رسد زیادہ اور طلب کم ہے تو قیمتیں کم ہو جاتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قیمتوں میں توازن قائم رکھنے کے لیے اقتصادی آزادی اور انفرادی ملکیت میں کھلی آزادی ہونا ضروری ہے کیونکہ اس آزادی میں جب کسی مال کی رسد میں کمی اور طلب میں اضافہ ہو جانے سے طلب میں کمی آئے گی اور طلب میں کمی سے قیمتیں گر جائیں گی۔ اس طرح قدرتی طور پر قیمت میں توازن آجائے گا۔ اسی طرح جب طلب میں کمی اور رسد میں اضافہ ہوگا تو قیمتیں گر جائیں گی اور قیمت کم ہونے سے طلب میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس طرح قیمت پھر برابر کی سطح پر خود بخود آجائے گی۔

اسلامی نظریہ

علمائے اسلام نے فقہ کے مآخذ سے استنباط کرتے ہوئے محنت کے بارے میں اسلامی نظریہ پیش کیا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے قیمت کے تعین میں محنت کو دخل ضرور ہے مگر صرف محنت ہی پر منحصر نہیں۔ اسلامی نظریے کے مطابق کسی مال کی قیمت کے تعین میں درج ذیل امور کو دخل ہے:

۱۔ محنت: یہ بات عیاں ہے کہ کسی چیز میں قیمت آنے میں محنت کا بہت بڑا دخل ہے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر محنت نہ ہونے کی صورت میں کوئی قیمت نہیں آتی۔ مثلاً مٹی، پانی اور دھوپ میں کوئی خاص تبدلاتی قیمت نہیں ہوتی مگر محنت کر کے جب مٹی سے اینٹ بنائی جاتی ہے یا کوزہ بنایا جاتا ہے تو اس میں قیمت آ جاتی ہے اور اس کے تیار کرنے پر کس قدر محنت صرف ہوتی ہے اسے اس کی قیمت کے تعین میں بہت بڑا دخل ہے۔

۲۔ رسد اور طلب: ظاہر ہے کہ طلب زیادہ ہونے سے بعض چیزوں کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور مانگ میں کمی سے قیمت میں بھی کمی آ جاتی ہے۔ اسی طرح رسد زیادہ اور کسی چیز کے فراواں ہونے سے اس کی قیمت میں کمی آ

جاتی ہے۔ ایک پھل اپنے موسم میں ارزاں اور دیگر موسموں میں گراں قیمت ہوتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظام قیمت کے تعین کے لیے صرف رسد اور طلب کو معیار بناتا ہے جو نہایت نامعقول ہے۔ ہم آئندہ اس کا تنقیدی جائزہ لیں گے۔

۳۔ مطلوبیت: بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن پر نہ تو محنت ہوئی ہوتی ہے نہ رسد و طلب کو دخل ہے۔ اس کے باوجود ان کی اپنی جگہ قیمت ہوتی ہے۔ جیسے پانی، روشنی اور ہوا۔ اس چیزوں کی اپنی جگہ قیمت ہے اگرچہ ان پر نہ تو کسی کی محنت ہوئی ہے نہ رسد و طلب کو دخل ہے۔

مارکس کے نزدیک قدرتی اشیاء کی کوئی قیمت نہیں ہے اور کسی چیز کی قیمت کے تعین میں قدرتی اشیاء کا کوئی دخل نہیں ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا۔ تو کیا مارکس کے نزدیک غلاظت اور پانی ایک جیسے ہیں؟ اور روشنی اور بکرے کی چھینک ایک جیسی ہیں؟ نیز جواہرات اور نوادرات میں بھی محنت اور رسد و طلب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ان چیزوں کی اپنی جگہ قیمت ہے۔

۴۔ افادیت: اسلامی نقطہ نظر سے کسی چیز کی قیمت کے تعین کے لیے اس میں معقول افادیت کا ہونا ضروری ہے۔ اسلامی فقہ میں متعدد مقامات پر اس بات کا تفصیل سے ذکر موجود ہے کہ اگر کسی چیز میں معقول افادیت نہیں ہے تو وہ اسلام کے نزدیک مال شمار نہیں ہوتی اور اس کے ساتھ تبادلے میں کوئی مال لیا جائے تو یہ حرام ہے۔ فقہی اصطلاح میں اسے ”اکل المال بالباطل“ کہتے ہیں۔

نیز بعض چیزوں میں قراردادی افادیت بھی آجاتی ہے۔ اگر قرارداد نہ ہو تو اس میں محنت، رسد و طلب اور ذاتی مطلوبیت سے کوئی قیمت وجود میں نہیں آتی، جیسے کرنسی کے نوٹ جو ڈالر، روپیہ وغیرہ کی شکل میں آکر قیمت پیدا کرتے ہیں۔ ان میں محنت کو اس لیے دخل نہیں ہے چونکہ دس (۱۰) اور سو (۱۰۰) کے نوٹ میں ایک

جیسی محنت صرف ہوتی ہے۔ طلب اور رسد کو دخل نہیں ہے چونکہ دس (۱۰) اور سو (۱۰۰) کے نوٹ دونوں کی ایک جیسی طلب اور رسد ہوتی ہے۔ مطلوبیت کو دخل اس لیے نہیں ہے کہ یہ اپنی جگہ کاغذ کے ٹکڑے کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اگر قرارداد نہ ہوتو یہ اپنی جگہ کوئی قیمت نہیں رکھتے۔

مارکسی نظریے کا تنقیدی جائزہ

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ کارل مارکس قیمت کے تعین کے لیے صرف محنت ہی ذخیل سمجھتا ہے۔ اس نظریے پر درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

۱۔ دو معمار ایک ایک مکان تعمیر کرتے ہیں اور دونوں ایک ایک ماہ اس پر محنت کرتے ہیں مگر ایک معمار نہایت ذوق، سلیقہ کے ساتھ ایک بہترین مکان تعمیر کرتا ہے جب کہ دوسرا انتہائی بد ذوقی دکھاتا ہے تو کیا ان دونوں مکانوں کی ایک جیسی قیمت ہوگی؟ جب کہ دونوں معمار مہارت رکھتے ہیں۔ فرق صرف ذاتی ذوق کا ہے۔

۲۔ جواہرات و نوادرات میں قیمت کا تعین محنت سے نہیں ہوتا۔ کوہ نور ہیرے پر کون سی محنت صرف ہوئی ہے؟

اسٹھ، ریکارڈ اور مارکس تینوں ان دونوں اعتراضات کی طرف متوجہ ہوئے مگر وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ استثنائی حالت ہے۔ مارکس کے جواب سے خود ثابت ہوتا ہے کہ اس کا نظریہ کلیت نہیں رکھتا اور یہ کہنا کہ یہ استثنائی حالت ہے نہایت غیر معقول ہے کیونکہ حقائق میں استثنائی حالات تو قراردادوں میں ہوتے ہیں مثلاً، ظلم کی تعریف کرنے کے بعد یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ یہاں استثنائی حالات کی وجہ سے ظلم جائز ہے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی حالت میں سرے سے ظلم ہو ہی نہ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ ظلم ہونے کے باوجود وہ برا نہ ہو نیز کارل مارکس کی بات یوں ہے کہ کوئی کہے کہ تمام امراض کا اصل سبب معدہ ہوتا ہے تو اس سے اگر کہا جائے کہ کبھی سردی گرمی سے بھی بیماری لاحق ہو جاتی ہے تو جواب دے کہ یہ استثنائی حالت

ہے جب کہ کہنا تو یہ چاہیے کہ ہاں یہ بھی بیماری لاحق ہونے کے عوامل میں شامل ہے۔
 ۳۔ ایک کرسی کو ایک شخص ایک گھنٹے میں بناتا ہے اور اس قسم کی کرسی
 دوسرا شخص دو گھنٹے میں بناتا ہے تو کیا ان دونوں کرسیوں کی قیمت میں ایک دو کا فرق
 اس لیے آئے گا کہ ان میں ایک کے تیار کرنے پر زیادہ وقت صرف ہوا ہے؟
 مارکس اس کا جواب یوں دیتا ہے:

جس سے قیمت کا تعین ہوتا ہے وہ محنت ہے جو سماج کا لازمی
 حصہ ہے اور مختلف محنتوں کی ایک اوسط نکالی جائے گی اور
 معمولی سطح پر لا کر ان کی اکائی معلوم کر لی جائے گی۔

مارکس سے یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ کہ ایک شخص کی اچھی محنت کو معمولی
 سطح پر لانے کا جواز کیا ہے؟ یعنی جس شخص نے ایک کرسی ایک گھنٹے میں بنائی اس کی
 اس محنت کو معمول کی سطح پر لا کر اس کی محنت کا ایک حصہ دوسروں کو دینا کون سا
 فطری طریقہ ہے؟ کیا یہ محنت کشوں کی حق کشی نہیں ہے؟ کیا اس سے محنت کشوں کی
 حوصلہ شکنی نہیں ہوتی؟

۴۔ مارکس کا نظریہ یہ ہے کہ قیمت کا تعین صرف اور صرف محنت ہی سے
 ہوتا ہے۔ اس میں قدرتی خام مواد کو کوئی دخل نہیں ہے۔ اس صورت میں ایک شخص
 معمولی لکڑی سے ایک کرسی بناتا ہے اور دوسرا شخص یہی محنت ایک اچھی لکڑی پر
 صرف کرتا ہے۔ کیا مارکس کے نزدیک ان دونوں کرسیوں کی ایک ہی قیمت ہوگی؟
 چونکہ دونوں پر ایک جیسی محنت صرف ہوئی ہے۔

۵۔ ایک شخص کاروباری اعتبار سے پرہجوم جگہ پر کاروبار کرتا ہے۔ دوسرا
 شخص کم ہجوم کی جگہ پر کاروبار کرتا ہے۔ دونوں کی محنت ایک جیسی ہونے کی وجہ سے
 دونوں کی محنتوں کا ایک جیسا نتیجہ ہوگا؟

۶۔ ایک مال تیار کرنے پر ایک دن صرف ہوا ہے اور اس کی طلب زیادہ

ہے۔ دوسرے مال کے تیار کرنے پر بھی ایک دن صرف ہوا ہے مگر اس کی کوئی طلب نہیں ہے۔ کیا ان دونوں کی ایک جیسی قیمت ہوگی؟

۷۔ اگر قیمت کا تعین صرف محنت ہی سے ہوتا ہے اور کسی چیز کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو ایک مال کے تیار کرنے پر جیسی بھی محنت لگی ہے اس کے مطابق اس کی قیمت کا تعین ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی قیمت میں کوئی اتار چڑھاؤ نہیں آنا چاہیے حالانکہ یہ سب پر عیاں ہے کہ قیمتیں چڑھتی اور گھٹتی رہتی ہیں۔

۸۔ اگر چیز کی قیمت کا تعین صرف محنت ہی سے ہوتا ہے تو جس چیز پر سرے سے محنت ہوتی ہی نہ ہو تو اس چیز کے مفید اور کارآمد ہونے کے باوجود اس کی کوئی قیمت نہ ہوگی؟ وہ معدنیات جو بلا محنت ہاتھ میں آجاتی ہیں کیا ان کی کوئی قیمت نہیں ہے؟ بعض جگہوں سے بغیر کھدائی کے تیل کے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں اور گیس نکل آتی ہے۔ کیا ان چیزوں کی کوئی قیمت نہیں ہے؟

سماجی محنت

مارکس کہتا ہے کہ محنت میں سماج کا بھی دخل ہے اور محنت کرنے والے کی فکری طاقت دوسرے انسانوں کے تجربوں سے ہے۔ لہذا محنت کا سارا پھل سماج کو جانا چاہیے۔

مارکس کی یہ دلیل ایسی ہے جس سے اس کا اپنا مطلب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس کی دلیل یہ ہے کہ محنت میں سماج کا بھی حصہ ہے جب کہ مطلب یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اس کے محنت کا سارا پھل سماج کو جانا چاہیے۔ مارکس کی دلیل کے مطابق محنت میں جب سماج کا بھی حصہ ہے تو محنت کے پھل میں بھی سماج کا حصہ ہونا چاہیے نہ کہ سارا پھل سماج کا ہو۔

مارکس کی اس دلیل سے تو اسلامی نظر یہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسلام محنت کے پھل میں سماج کو بھی شریک گردانتا ہے کہ اگر محنت کے پھل میں نصاب پورا ہو تو

زکوٰۃ کے عنوان سے اور محنت کے پھل سے اور محنت کے پھل سے سالانہ اخراجات سے کچھ بچت ہو جائے تو خمس کے عنوان سے ایک حصہ سماج کو جاتا ہے کیونکہ محنت میں دو چیزوں کو دخل ہے: ایک تو محنت کرنے والے کی اپنی ذاتی طاقت اور دوسرا اس کی فکر اور تجربہ۔ طاقت محنت کرنے والے کی اپنی ذاتی ہے اور فکر و تجربہ سماج کی طرف سے ہے۔ اگر محنت کرنے والے کے پاس ایک حد تک مال آجاتا ہے یا سال کے اخراجات سے کچھ بچ جاتا ہے تو اس میں سماج کا بھی حصہ آتا ہے نیز فطرہ اور کفارات کے عنوان سے بھی ایک حصہ سماج کو جاتا ہے۔

سرمایہ دارانہ نظریے کا تنقیدی جائزہ

سرمایہ دارانہ نظریے کے تحت قیمت کا تعین صرف رسد اور طلب سے ہوتا

ہے۔ اس نظریے پر بھی درج ذیل اعتراضات وارد ہوتے ہیں:

۱۔ پانی، ہوا اور روشنی جو لازماً زندگی ہے اور ان کی کوئی قیمت نہیں؟ کیا سرمایہ دارانہ نظریہ رکھنے والوں کے نزدیک پانی اور کیچڑ، ہوا اور مچھر، روشنی اور تاریکی ایک جیسے ہیں؟ کیونکہ ان میں رسد و طلب کا مسئلہ درپیش نہیں ہے۔

۲۔ اگر ہر چیز کی قیمت کا تعین رسد و طلب ہی سے ہوتا ہے تو اگر دو چیزوں کی رسد و طلب ایک جیسی ہو تو کیا ان دونوں کی ایک ہی قیمت ہونا ضروری ہے؟ دروازہ اور اس کے تالے کی رسد اور طلب ایک جیسی ہوتی ہے۔ گاڑی اور اس کی چابی کی ایک جیسی طلب و رسد ہوتی ہے تو کیا ان کی ایک جیسی قیمت ہوگی؟

۳۔ کرنسی کی قیمت میں رسد و طلب کا کیا دخل ہے؟ چنانچہ ایک سو روپے کا نوٹ اور دس روپے کا نوٹ، دونوں کی ایک جیسی طلب و رسد ہے تو کیا ان دونوں کی قیمت ایک جیسی ہونی چاہیے؟

۴۔ اگر اشیاء کی قیمت کا تعین صرف رسد و طلب ہی سے ہوتا ہے تو روزہ مرہ کی ضروریات کی طلب زیادہ ہوتی اور آرائشی اشیاء کی طلب نسبتاً کم ہوتی ہے۔ آج

کل یہ بات ہم سب پر عیاں ہے کہ ضروریات زندگی سے آرائشی چیزوں کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ ایک کلو سبزی کی قیمت سے گلے کے ایک اچھے ہار کی قیمت بہت زیادہ ہے۔

۴۔ ہماری بحث اصل قیمت کے تعین سے ہے جب کہ رسد و طلب سے قیمتوں میں کمی آتی ہے یا اضافہ ہوتا ہے۔ اصل قیمت طلب و رسد سے نہیں بلکہ طلب و رسد سے قیمتوں میں کمی یا اضافہ ہوتا ہے۔



قدر زائد

مارکس کا نظریہ

نظریہ قدر زائد کارل مارکس کا ایک مشہور و معروف نظریہ ہے اور وہ یہ ہے کہ قیمت کا تعین صرف محنت ہی سے ہوتا ہے اور ہر چیز کی قیمت اس محنت سے عبارت ہے جو اس چیز کے تیار کرنے پر صرف ہوئی ہے۔ لہذا اس چیز کا مالک خود محنت کرنے والا ہی بن جائے گا کیونکہ جس مال میں قیمت آئی ہے وہ مزدور کی محنت کا پھل ہے اور کارخانوں کے مالکوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ منافع کمائیں اور مزدوروں کی محنت کا پھل وہ کھائیں۔

مثلاً، ایک کارخانے میں ٹریکٹر تیار ہوتے ہیں۔ ایک ٹریکٹر بنانے پر مزدوروں کی اجرت اور دوسری چیزیں ملا کر کل لاگت پچاس ہزار روپے آتی ہے۔ بازار میں اس کی قیمت ستر ہزار روپے ہے تو بیس ہزار کو قدر زائد کہتے ہیں جو سرمایہ دار مزدوروں کا استحصال کر کے اپنی جیب میں ڈال لیتا ہے۔ مارکس کے مطابق یہ ظالمانہ نظام ہے جب کہ منصفانہ نظام یہ ہے کہ محنت کشوں کی محنت کے نتیجے میں قدر زائد وجود میں آتی ہے، اسے سماج (حکومت) کی ملکیت میں جانا چاہیے۔

اسلامی نظریہ

قدر زائد کے بارے میں اسلامی نقطہ نگاہ یہ ہے کہ مالک کو اپنی ملکیت سے پیداوار بڑھانے کا حق حاصل ہے بلکہ اسلام پیداوار بڑھانے پر زور دیتا ہے۔

مثلاً، اگر وہ خود اپنی زمین سے پیداوار بڑھا سکتا ہے تو فہما اور نہ وہ دوسروں کی محنت کو خریدے گا اور اس کے مقابلے میں اجرت دے گا۔ اس اجرت کے مقابلے میں کسی کی محنت خرید کر قدر زائد کمانا شرعاً جائز ہے اور اسے اجارہ کہتے ہیں۔ بشرطیکہ:

۱۔ محنت کرنے والے کا حق پورا ادا کر دے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:

ومن منع مزدور کو اس کی مزدوری نہ دے اُس پر اللہ کی لعنت ہے۔

۲۔ قدر زائد حرام ذریعے سے حاصل نہ کی ہو۔

۳۔ اجرت کی مقدار بھی پہلے ہی معلوم ہو کہ اجرت کس قدر اور کن اوصاف کی ہوگی۔

۴۔ مالک اپنے مال کا جائز مالک ہو اور اس پر حق تصرف بھی رکھتا ہو کیونکہ اسلام میں بزور مسلط ہونے سے کوئی کسی چیز کا مالک نہیں بنتا (اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی) بلکہ مالک بننے کا واحد ذریعہ محنت ہے۔

مارکسی نظریے کا تنقیدی جائزہ

۱۔ اڈلا تو یہ بحث مارکس کی طرف سے درست ہے ہی نہیں کہ قدر زائد مالک کی ہوتی ہے یا مزدور کی کیونکہ مارکس کے نزدیک ذاتی ملکیت کا تصور ہی نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ بحث کی جائے کہ قدر زائد کس کی ملکیت ہے؟

۲۔ خود مارکس کے نزدیک محنت مزدور کا مال ہے اور محنت سے تبادلاتی قیمت وجود میں آتی ہے تو کیا مزدور کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنی محنت کی تبادلاتی قیمت اجرت کی شکل میں حاصل کرے۔ لہذا اگر مزدور خوشی سے اپنی محنت اجرت کے

تبادلے میں فروخت کرتا ہے اور مالک عادلانہ اُجرت دیتا ہے تو اس پر کیا اعتراض ہے؟ اگر مارکس یہ کہے کہ مزدور خوشی سے اپنی محنت فروخت نہیں کرتا یا مالک عادلانہ اُجرت نہیں دیتا ہے تو یہ دوسری بات ہے۔ اس کا قدر زائد کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے۔ اگر مالک مواد فراہم کرتا ہے، نگرانی کرتا ہے اور مزدور محنت کرتا ہے اور محنت کرنے والے کو اُجرت اور نگرانی کرنے والے مالک کو قدر زائد ملتی ہے تو اس میں کسی کا کون سا حق ضائع ہوا بلکہ ہر ایک کو اپنا حق مل گیا۔

۳۔ قدر زائد کا اعتراض سرمایہ دارانہ نظام پر وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ دار غیر انسانی ذرائع سے سرمایہ جمع کرتا ہے اور بلا محنت کسی سرمائے کا مالک بن سکتا ہے اور اپنے اس ناجائز سرمائے سے محنت کشوں کا خون چوستا ہے مگر اسلامی نظام اقتصادیات پر یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ اسلامی اقتصادی نظام میں کوئی شخص کسی سرمائے کا بلا محنت مالک نہیں بن سکتا۔ اسلامی نظام اقتصاد کے تحت کسی نے کوئی سرمایہ حاصل کیا ہے تو اس میں اس کی محنت مجسم ہے وہ اس مال کا مالک بنا ہے تو یہ اس کی محنت کا پھل ہے۔ ایسا مالک اگر اپنی محنت کے پھل کو مزید قابل استفادہ بناتا ہے تو اس سے کسی کا حق نہیں جاتا۔

۴۔ مالک کو قدر زائد بلا جواز نہیں مل سکتی۔ اسی طرح مزدور کو اُجرت بھی بلا جواز نہیں مل سکتی۔ مالک اور مزدور دونوں منافع اور اُجرت کے مالک محنت ہی سے بنتے ہیں تو مالک بھی منافع کا محنت ہی سے حق دار بنتا ہے۔

پیداوار میں ہمیشہ مزدور اور مالک دونوں کی محنت شامل ہوتی ہے۔ جب تک مزدور کے ساتھ مالک بھی محنت نہ کرے اس وقت تک کوئی پیداوار وجود میں نہیں آتی۔ مزدور محنت کرتا ہے تو مالک:

i۔ مواد فراہم کرتا ہے۔ اگر مواد نہ ہو تو محنت کے لیے کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ مواد فراہم کرنا بھی محنت ہے۔

ii- آلات فراہم کرتا ہے، ورنہ محنت مفید نہیں رہتی۔

iii- جگہ فراہم کرتا ہے۔

iv- فکری طور پر کارخانے وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو کہ فکری محنت ہے۔

v- نیز اس کا سالہا سال کا تجربہ بھی پیداوار میں دخیل ہے۔

۵- مارکس کا یہ کہنا کہ قدرزائد مزدور کا حق ہے، بلا جواز ترجیح دینے کے مترادف ہے۔ یہاں چونکہ مالک اور مزدور دونوں کی محنت شامل ہے اس لیے کہنا تو یہ چاہیے تھا کہ قدرزائد مزدور اور مالک دونوں میں تقسیم ہونی چاہیے، نہ یہ کہ صرف مزدور کو ملے۔

۶- کبھی قدرزائد بلا محنت بھی وجود میں آسکتی ہے۔ ایک مال پر مدت گزرنے کی وجہ سے خود بخود اس کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی قدرزائد کے بارے میں مارکس کیا نظریہ قائم کرے گا؟ یہ قدرزائد کس کا مال ہے؟

۷- قدرزائد کے بارے میں مارکس کا نظریہ مزدوروں کے استحصال کی دوسری بلکہ بدتر عملی صورت پیش کرتا ہے۔ وہ یہ کہ مزدوروں کی محنت کا پھل ایک گروہ (ہیئت حاکمہ) کے ہاتھوں میں جاتا ہے اور وہ مزدور کے خون و پسینہ کے پھل سے مہلک ہتھیار بناتا ہے اور انہیں مظلوم اور محروم قوموں کو دبانے اور ان کے استقلال اور آزادی کے خلاف استعمال کرتا ہے۔



محنت اور ملکیت

اسلام نے محنت کو جو مقام اور اہمیت دی ہے وہ کسی مکتب فکر میں نہیں ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام میں محنت کا کوئی مقام ہے ہی نہیں اور مارکسزم محنت کے بارے میں بہت نعرے بلند کرتا ہے۔ مارکسزم کے اصولوں کا مجموعی جائزہ لینے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ یہاں بھی مزدوری کے بارے میں نعرے بہت ملتے ہیں مگر مزدور کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی اور اس کے حقوق اسی طرح پامال ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مارکسزم میں محنت کرنے والا خود اپنی محنت کا پھل کھانے میں آزاد نہیں ہے اور اپنی محنت کے پھل کا خود مالک تک نہیں بن سکتا۔

اسلام نے جہاں انسان کو محدود اور مشروط طور پر ملکیت کا حق دیا ہے وہاں ملکیت کے لیے محنت ہی کو بنیادی شرط قرار دیا ہے۔

انسان اپنی طاقت و قوت سے محنت کے ذریعے کسی کو وجود دیتا ہے تو اس کی محنت کا اولین صلہ یہی ہے کہ وہ خود اس کا مالک بنتا ہے۔ یہ ایک فطری امر ہے کہ جو جس کا خالق ہوگا وہی اس کا مالک بنے گا۔ جیسا کہ انسان اپنے ارادے کا خود مالک ہے اور اپنی طاقت و قوت کا خود صاحب اختیار ہے۔ انسان کا یہ ارادہ اور یہ طاقت و قوت محنت کے ذریعے کسی شے میں مجسم ہو کر سامنے آجاتی ہے تو اس کا

مالک بھی وہی ہے۔ اسلامی اصطلاح میں محنت کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ پیداواری محنت

یہ وہ محنت ہے جس سے مال وجود میں آتا ہے۔ مثلاً پانی اور خاک ہر ایک اپنی جگہ مفید تو ہیں مگر ان سے سایہ بنتا ہے اور نہ رہائش کے لیے مفید ثابت ہو سکتے ہیں مگر محنت ان دونوں کو آپس میں ملا کر اینٹ کی شکل میں لے آتی ہے جس سے انسان کے لیے سرچھپانے کی جگہ بنتی ہے اور یہ محنت کرنے والے کی طاقت و ارادے کا نتیجہ ہے۔ محنت کرنے والا اس کی موجودہ افادیت کا خالق ہے اور اس کی افادیت محنت ہی کا نتیجہ ہے۔

جس قدر کسی مال کے تیار ہونے میں محنت کو دخل ہے اسی مقدار میں محنت کرنے والے کو ملکیت کا حق ملتا ہے۔ کسی مال کے تیار ہونے میں محنت کو کتنا دخل ہے وہ درج ذیل مثال سے واضح ہو جاتا ہے۔

ایک کسان بنجر زمین کو قابل کاشت بناتا ہے۔ ناہمواریوں کو ہموار کرتا ہے۔ پتھروں کو ہٹا دیتا ہے۔ جھاڑیوں کو صاف کرتا ہے۔ زمین کو نرم بنا دیتا ہے۔ اس میں بیج بوتا ہے اور ہل چلاتا ہے۔ پھر چند ماہ صبر کرتا ہے۔ ان سب میں محنت کا دخل ہے۔

اس زمین کو بارش سیراب کرتی ہے۔ دھوپ پڑتی ہے اور زمین اپنی صلاحیت سے دانہ اگاتی ہے۔ یہ سب قدرتی امور ہیں۔

اس طرح ایک من بیج چند ماہ بعد دس من میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس میں محنت کے ساتھ بارش، زمین، ہوا اور دھوپ کا بھی دخل ہے۔ اگر بارش نہ برے تو پیداوار دس کی جگہ آٹھ من ہو جائے اور اگر زمین زرخیز نہ ہو تو پیداوار اور کم ہو جائے جب کہ محنت میں فرق نہیں ہے۔ لہذا گندم کی جگہ پیداوار میں محنت کے ساتھ قدرتی اشیاء کا بھی دخل ہے مگر قدرتی اشیاء میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں اور

ہر ایک کو ان سے فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے اور اسلامی دستور کے مطابق ان چیزوں پر ملکیت قائم کرنے کا واحد ذریعہ محنت ہے۔

۲۔ تصرفی محنت

یہ بات سب کے لیے عیاں ہے کہ قدرتی اشیاء میں بھی افادیت موجود ہے اور انسان ان قدرتی اشیاء سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ایک پیاسا ایک چشمے سے گزرتا ہے تو اس سے وہ اپنی پیاس بجھاتا ہے اور کچھ پانی ہمراہ لے جاتا ہے۔ یہاں صرف تصرف ہوتا ہے۔ نہ پیداواری محنت ہوتی ہے، نہ اقتصادی محنت۔

اس قسم کے تصرف سے بھی انسان قدرتی اشیاء کا مالک بن جاتا ہے۔ قدرتی اشیاء پر تصرف کرنے کا حق ہر کسی کو ہے۔ قدرتی اشیاء میں کسی کی محنت پوشیدہ نہیں ہے۔ صرف قدرت کے مرہونِ منت ہے جس نے ان چیزوں کو قابلِ استفادہ بنایا۔ لہذا اگر کوئی چشمے سے پانی بھر لیتا ہے، دوسرے کو یہ کہہ کر اس سے پانی چھین لینے کا حق نہیں کہ اس پر اُس نے محنت نہیں کی ہے۔ لہذا یہ ایک فطری امر ہے کہ انسان قدرتی اشیاء کو صرف اپنے تصرف میں لانے سے ان کا مالک بن جاتا ہے اور اس تصرف کو اسلامی فقہ میں ”حیازت“ کہتے ہیں۔

یہ اس لیے ہے کہ قدرتی اشیاء میں تمام انسان برابر کے شریک ہیں اور تمام قدرتی اشیاء انسان کے لیے پیدا کی گئی ہیں: خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا...۔ یعنی جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ قدرتی اشیاء میں تصرف کے ساتھ انسان ان میں سے اپنا حصہ الگ کر لیتا ہے۔ وہ صرف اپنا حصہ حاصل کر سکتا ہے۔ البتہ انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے حصے سے زیادہ پر اپنا تسلط جمائے کیونکہ اسلام میں ملکیت کا حق محدود ہے۔ لہذا اگر کسی نے دریا سے اپنی ضرورت کا پانی حاصل کر لیا تو باقی ماندہ پانی پر اس کا کوئی حق نہیں رہتا۔

مثلاً تین افراد ایک گھر کی ملکیت میں شریک ہوں اور ایک نے اس میں سے اپنا حصہ الگ کر لیا اور اس پر قابض ہو گیا تو دوسرے حصوں پر اس کا کوئی حق باقی نہیں رہتا۔

۳۔ فکری محنت

یہ محنت پیداواری تو نہیں ہوتی لیکن پیداوار کے لیے یہ محنت اساس ہے۔ ایک شخص دوسرے انسانوں کی تربیت و تعلیم پر محنت کرتا ہے۔ یہ محنت انسان ساز محنت ہونے کے اعتبار سے دولت ساز محنت سے کہیں زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اسی طرح ایک طبیب مریضوں کا معالجہ کرتا ہے۔ یہ بھی پیداواری محنت تو نہیں ہے مگر انسانی صحت پیداوار کے لیے اساس ہے۔ اس قسم کی محنتوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں:

الف: وہ تربیت و تعلیم جو صرف علم میں اضافہ کرنے تک محدود ہے۔ اس قسم کی تعلیم و تربیت کو ہم فکری محنت کہہ سکتے ہیں۔

ب: دوسری محنت وہ ہے جو کسی کو تعلیم و تربیت دے کر اسے اس قابل بناتی ہے کہ وہ آگے چل کر ماہرانہ محنت کر سکے۔ یعنی تعلیم حاصل کر لینے کے بعد وہ پیداواری محنت کو ماہرانہ انداز میں سرانجام دے سکے۔ ایسی محنت کو بھی ہم پیداواری محنت کہہ سکتے ہیں البتہ اس فرق کے ساتھ کہ یہ محنت بالواسطہ پیداواری محنت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس منطق کی رو سے اس قسم کی محنت سے ملکیت کا حق حاصل ہو جاتا ہے؟

ظاہر ہے کہ جب انسان اپنی محنت کا مالک ہے تو اس محنت کے نتیجے کا بھی مالک بنے گا۔ پیداواری محنت میں تو اس کی محنت پیداوار میں مجسم ہو کر سامنے آ جاتی ہے اور اس کا مالک بن جاتا ہے مگر فکری محنت میں تو محنت کا نتیجہ مجسم ہو کر کسی پیداوار کی شکل میں تو سامنے نہیں آتا۔ اگر کوئی معلم کسی بچے کو دینی اور غیر دینی تعلیم دیتا ہے تو اس محنت کا نتیجہ وہ علم ہے جو بچے میں آیا ہے۔ ظاہر ہے استاد اس علم کا

مالک تو نہیں بن جاتا۔ اسی طرح ڈاکٹر ایک مریض بچے کا معالجہ کرتا ہے۔ اس کی محنت کا نتیجہ بچے کی صحت ہے۔ ظاہر ہے ڈاکٹر بچے کی صحت کا مالک نہیں بن سکتا۔ لہذا یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس محنت سے انسان کس چیز کا مالک بن جاتا ہے؟ یہاں سے اُجرت کا تصور سامنے آتا ہے کہ اس قسم کی محنت کرنے والا اُجرت کا مالک ہوتا ہے۔

مارکسزم نظریہ اُجرت کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے محنت کرنے والا اُجرت کیوں لے بلکہ وہ اپنی محنت کا پھل خود کھائے۔

پیداواری محنت میں تو کسی حد تک یہ بات قابل فہم ہے مگر مارکسزم معلموں اور طبیوں کو اُجرت نہ دے تو کون سا پھل دے گا؟ کیا اساتذہ شاگردوں کے علم کو کھائیں یا اطباء بچوں اور دوسرے لوگوں کی صحت کے مالک بنیں؟
پیداوار، محنت اور ملکیت

پیداوار کے اعتبار سے محنت کی دو قسمیں بنتی ہیں:

۱۔ ابتدائی پیداوار: اس پیداوار میں دو عوامل کارفرما ہوتے ہیں: ایک قدرتی اشیاء اور دوسرا محنت۔ یعنی یہاں محنت ایسی قدرتی اشیاء پر کی جاتی ہے جو کسی کی ملکیت ہیں اور محنت کے ذریعے قدرتی اشیاء کو قابل استفادہ بنایا جاتا ہے جسے پیداوار کہتے ہیں اور کبھی قدرتی اشیاء اور محنت کے ساتھ آلات بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ابتدائی پیداوار میں تین عوامل شامل ہو جاتے ہیں:

۱۔ محنت

۲۔ قدرتی اشیاء

۳۔ آلات

پہلی صورت میں محنت کرنے والا ہی اس پیداوار کا مالک بنتا ہے۔ اگر یہاں کسی سرمایہ دار نے پیداوار کے لیے سرمایہ خرچ کیا ہے تو سرمایہ دار پیداوار میں

شریک نہیں ہوتا ہے۔ یعنی ابتدائی پیداوار میں سرمایہ محنت کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک شخص سرمایہ فراہم کر کے چند مزدوروں سے ایک زمین کو قابل کاشت بنواتا ہے۔ اس صورت میں مزدور زمین کے مالک رہیں گے اور سرمایہ دار کو اس کا سرمایہ واپس ملے گا۔

سرمایہ دارانہ نظام میں ابتدائی پیداوار میں سرمایہ محنت کے ساتھ شریک ہوتا ہے جب کہ اسلامی نظام میں سرمایہ محنت کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتا بلکہ پیداوار صرف اور صرف محنت کرنے والے کا ہی حق ہوگا۔

دوسری صورت میں جہاں پیداوار میں محنت کے ساتھ سرمایہ اور آلات بھی شریک ہوں تو بھی اسلامی دستور کے مطابق سرمایہ اور آلات پیداوار میں شریک نہیں ہو سکتے بلکہ آلات کو اُجرت ملے گی اور مزدور پیداوار کا مالک بنے گا۔

مثلاً ایک سرمایہ دار چھپڑوں کو مچھلی پکڑنے کے لیے کشتی اور جال فراہم کرتا ہے۔ اس صورت میں چھپڑے، مچھلیوں کے مالک ہوں گے اور آلات کا کرایہ دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک بنجر زمین کی آباد کاری کے لیے آلات فراہم کیے جائیں تو مزدور زمین کے مالک بنیں گے اور آلات کو اُجرت ملے گی۔

سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ اور آلات پیداوار میں شریک ہوتے ہیں بلکہ اسلامی نظام میں جو مقام آلات کو حاصل ہے یعنی اُجرت ملنا، وہی مقام سرمایہ دارانہ نظام میں مزدور کو حاصل ہے۔ یعنی اسلامی نظام میں آلات کو اُجرت ملتی ہے اور پیداوار مزدور کا مال ہے اور سرمایہ دارانہ نظام میں اُجرت انسان (مزدور) کو ملتی اور آلات پیداوار کے مالک بن جاتے ہیں۔

اسلامی اقتصاد میں محنت ہی وہ واحد عنصر ہے جس سے انسان قدرتی اشیاء پر محنت کر کے انہیں اپنی ملکیت میں لے سکتا ہے اور محنت کے علاوہ آلات اور سرمایہ محنت کے لیے خدمت گزار کی حیثیت رکھتے ہیں، پیداوار میں شریک نہیں ہیں۔

جب کہ نظام سرمایہ داری میں ملکیت کے لیے محنت شرط نہیں ہے۔ یہاں تو ملکیت حاصل کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال ہو سکتا ہے۔

اسلامی نقطہ نگاہ سے قدرتی اشیاء اسلامی حکومت کی ملکیت ہیں اور انہیں اسلامی اقتصادی اصطلاح میں انفال کہتے ہیں اور حکومت کی ملکیت اجتماعی ملکیت میں آ جاتی ہے۔ اس لیے قدرتی اشیاء پر محنت کرنے والا جب ان کا مالک بنتا ہے تو اس ملکیت میں سماج کا بھی حصہ ہے۔ اس لیے اسلامی نقطہ نگاہ سے محنت کرنے والے کو کچھ حصہ سماج کو دینا ہوگا۔ اس لیے اسلام مالکوں سے زکوٰۃ، خمس، فطرہ اور کفارہ کے عنوان سے سماجی حصہ وصول کرتا ہے اور اس کے لیے کچھ شرائط ہیں جو خمس، زکوٰۃ اور کفارہ کے ابواب میں تفصیل سے موجود ہیں۔

مثلاً سالانہ جائز اخراجات سے جو بچت ہوتی ہے اس کا پانچواں حصہ خمس کے عنوان سے اجتماعی ملکیت میں دینا ہوگا اور مقررہ نصاب کی حد تک پہنچے تو گندم وغیرہ سے کچھ حصہ بعنوان زکوٰۃ، سماج کو دینا ہوگا۔

۲۔ ثانوی پیداوار: یہ وہ محنت ہے جو کسی ملکیت پر صرف کی جاتی ہے، مثلاً روئی پر محنت کر کے کپڑا بنایا جاتا ہے اور لوہے پر محنت کر کے مختلف آلات اور مشینریاں بنائی جاتی ہیں۔

یہاں اسلام کا نقطہ نگاہ یہ ہے کہ کسی کی ملکیت پر تصرف کر کے اس سے پیداوار بڑھانا اس وقت تک ناجائز نہیں ہے جب تک اس کا مالک راضی نہ ہو کیونکہ جب کوئی شخص محنت کر کے روئی حاصل کر لیتا ہے تو اس کی محنت کا احترام برقرار رکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس پر تصرف کرنے اور اس سے پیداوار بڑھانے کا حق بھی اسی کو حاصل رہے یا دوسرے لفظوں میں جس چیز کو اس نے محنت کر کے حاصل کیا ہے اس پر دوبارہ محنت کر کے پیداوار بڑھانے کا حق پہلے محنت کرنے والے کو حاصل ہے، دوسرے شخص کو اس سے استفادہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ لہذا پہلے محنت

کرنے والے کو پیداوار کی ملکیت کا اور اس سے دوبارہ پیداوار بڑھانے کا بھی حق حاصل ہے۔ دوبارہ پیداوار بڑھانے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں: ایک خود مالک دوبارہ محنت کر کے اس سے پیداوار بڑھائے یا وہ کسی کو اجرت دے کر پیداوار بڑھائے۔ دوسری صورت میں محنت کرنے والا پیداوار میں شریک نہیں ہو سکتا۔ پیداوار صرف مالک کا حق ہوگا اور مزدور کو اجرت ملے گی کیونکہ اس مرتبہ یہ محنت کسی کی ملکیت پر ہوئی ہے اور ایسی چیز پر دوبارہ محنت ہوتی ہے جس میں پہلے مالک کی محنت پوشیدہ ہے اور سابقہ محنت کرنے والے کی محنت کا احترام برقرار رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی محنت کا پھل اسے برابر ملتا رہے۔

نیز اس صورت میں آلات کو بھی اجرت مل جاتی ہے۔ لہذا کسی پیداوار میں اگر کسی اور کے آلات استعمال ہوئے ہیں تو آلات کو اجرت مل جاتی ہے اور اگر کسی پیداوار میں کسی اور کا سرمایہ بطور قرض صرف ہوتا ہے تو سرمایہ کو اجرت یا منافع کے عنوان سے کچھ نہیں ملے گا کیونکہ یہ ربا ہے اور ربا اسلامی نظام اقتصاد میں حرام ہے۔ آلات اور سرمایہ میں فرق یہ ہے کہ آلات کے پیداوار میں استعمال ہونے سے آلات کا کچھ حصہ پیداوار پر صرف ہوتا ہے۔ لہذا اس کی اجرت مل جائے گی جب کہ سرمایہ بعینہ واپس کرنا ہوتا ہے اس سے کچھ کم نہیں ہوتا۔ اس لیے اس پر منافع لینا سود ہے۔

یہاں اسلامی نقطہ نگاہ اور مارکسزم کے نظریے میں نمایاں فرق ہے۔ وہ یہ کہ مارکسزم میں محنت کرنے والا اپنی محنت کے پھل سے دوبارہ پیداوار بڑھانے کا حقدار نہیں ہے بلکہ کسی اور کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی کے مال سے پیداوار بڑھائے اور دوسری مرتبہ پیداوار بڑھانے پر اس پیداوار کا دوسرا شخص مالک بن جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے محنت کر کے روٹی حاصل کی تو وہ اس روٹی کی تبادلاتی قیمت کا مالک ہے مگر اس سے دوبارہ پیداوار بڑھانے کا مالک نہیں ہے۔ کوئی اور اس پر

محنت کر کے فائدہ کما سکتا ہے۔
ملکیت کے فرعی اسباب

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ اسلام میں ملکیت کا واحد سبب محنت ہے اور محنت کے ساتھ مالک بننے کے بعد ملکیت کے آثار و نتائج بھی ہوتے ہیں جو یہ ہیں:

۱۔ تبادلہ: یعنی خرید و فروخت کے ذریعے بھی انسان کسی مال کا مالک بن سکتا ہے۔ ایک شخص روپیہ دیتا ہے اور کپڑا خریدتا ہے تو وہ اب کپڑے کا مالک ہے اور کپڑے کا مالک روپیہ کا مالک بن جاتا ہے۔ یعنی کپڑے کے مالک نے محنت کر کے کپڑا حاصل کیا تو وہ اپنی محنت کے اس پھل کو روپیہ میں اور روپیہ کا مالک اپنی محنت کے پھل کو کپڑے میں تبدیل کر لیتا ہے۔

۲۔ عطیہ: جب انسان کسی چیز کا محنت کے ذریعے مالک بن جاتا ہے تو ملکیت کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اس پر اپنی منشا کے مطابق تصرف کرے۔ چنانچہ وہ اپنی محنت کا پھل کسی کو بطور عطیہ دے سکتا ہے کیونکہ جب وہ محنت سے کسی مال کا مالک بنا ہے تو اسے حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنی اس ملکیت کو کسی کے حوالے کر دے تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے۔ عطیہ اور ہدیہ دینے کا حق بھی ملکیت کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ اپنی ملکیت چاہے وہ اپنی ضرورت پر صرف کر دے اور چاہے کسی اور کی ضرورت پر صرف کر دے۔

۳۔ ارث: انسان جب محنت کر کے کسی چیز کا مالک بن جاتا ہے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جب تک وہ زندہ ہے خود اس مال سے فائدہ اٹھائے اور مرنے کے بعد اس کی اولاد اس مال سے فائدہ اٹھائے۔ یہ بات مرنے کے بعد کی ہی نہیں بلکہ مرنے سے پہلے وہ اپنی زندگی میں جب محنت کر کے مال کماتا تھا تو اس کا مقصد صرف اپنی ذات نہیں تھی بلکہ اس محنت اور کمائی کا مقصد اس کے بوڑھے والدین اور زوجہ کی کفالت کرنا اور انہیں ضروریاتِ زندگی فراہم کرنا تھا۔ لہذا جب

اس کی اپنی زندگی میں کمائی کا مقصد ان افراد پر خرچ کرنا ہوتا تھا تو اس کے مرنے کے بعد بھی اسی مقصد میں خرچ کیا جانا چاہیے۔

بلا محنت مالک نہ بننے کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ ایک شخص ایک مکان کو کرایہ پر لیتا ہے اور اسے آگے کسی اور کو زائد پیسے پر کرائے پر دے دیتا ہے تو زائد رقم اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر اس نے مکان کی مرمت میں کچھ محنت کی ہے تو زائد پیسے میں کرایہ پر دے سکتا ہے۔

جبری محنت

اسلام انسانی اقدار کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے وہ تمام امور حرام اور ناجائز قرار دیے ہیں جن سے انسانی وقار مجروح ہوتا ہے۔ اسی لیے غیبت کرنا یا کسی مومن کی اہانت کرنا حرام ہے۔

اسی طرح محنت نہ کرنے کی وجہ سے انسان محتاج و فقیر بن جاتا ہے اور معاشرے میں خوار و ذلیل ہو جاتا ہے۔ لہذا محنت نہ کرنا حرام ہے۔ اس لیے:

۱۔ اسلامی حکومت ایسے افراد کو محنت کرنے پر مجبور کرے گی۔ چنانچہ روایت ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام جب پہلی بار مسجد کوفہ میں تشریف لائے تو وہاں کچھ لوگوں کو مسجد میں زندگی گزارتے دیکھا۔ ان کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ لوگ ”مردان حق“ ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: اس کا کیا مطلب ہے؟

لوگوں نے عرض کیا: یہ لوگ مسجد میں سکونت اختیار کیے ہوئے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر انہیں کھانے اور پینے کے لیے کچھ مل جاتا ہے تو شکر کرتے ہیں اور نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: کتے بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ انہیں کچھ مل جائے تو کھا لیتے ہیں ورنہ صبر کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے انہیں مسجد سے باہر نکالا اور حکم دیا کہ جاؤ
محنت کرو۔

۲۔ جو شخص محنت کر سکتا ہے اور محنت کرنے کے لیے کام بھی میسر آتا ہے،
اس کے باوجود وہ محنت نہیں کرتا اور غربت اور احتیاج کا شکار رہتا ہے، ایسا
شخص اسلام کے نزدیک غریب نہیں سمجھا جائے گا۔ اسے بیت المال اور
خمس و زکوٰۃ سے کچھ نہیں دیا جائے گا۔

ایک حدیث کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے
ایک آدمی کو کچھ دینے سے انکار فرمایا اور اسے محنت کرنے کا حکم دیا۔

پیداوار اور محنت

عام طور سے ماہرین اقتصادیات پیداوار کے تین عوامل کا ذکر کرتے ہیں:
۱۔ محنت: ظاہر ہے کہ کوئی پیداوار بغیر محنت کے ممکن نہیں ہے۔ محنت نہ
ہو تو زمین قابل استفادہ ہے نہ زیر زمین ذخائر۔ دریا فائدہ مند ہیں نہ جنگل۔

۲۔ قدرتی اشیاء: قدرتی اشیاء کا بھی پیداوار میں دخل ہے۔ اگر قدرتی
اشیاء نہ ہوں تو صرف محنت سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ زمین نہیں ہے تو زراعت سے کیا
حاصل ہو سکتا ہے اور خام مواد نہ ہو تو کارخانوں سے کیا حاصل ہو سکتا ہے؟

۳۔ سرمایہ: بعض اقتصادی ماہرین کا خیال ہے کہ سرمایہ کا بھی پیداوار
میں دخل ہے اور سرمایہ سے مراد روپیہ، زر اور خام مواد ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ
اسلامی نظریے کے مطابق بلا محنت انسان کسی سرمائے کا مالک نہیں بن سکتا۔ یہ سرمایہ
خواہ زر ہو یا خام مواد اس پر اگر پہلے محنت صرف ہوئی ہے تو یہ خود پیداوار ہے اور
محنت کا نتیجہ ہے اور اگر اس پر پہلے محنت نہیں ہوئی تو یہ قدرتی اشیاء میں شامل ہے۔
آلات: بعض حضرات آلات کو بھی پیداواری عوامل میں شامل کرتے
ہیں مگر یہ درست نہیں ہے کیونکہ خود آلات بھی کسی محنت کا نتیجہ اور پیداوار ہیں۔

فکری کاوش: بعض اقتصادی ماہرین فکری کاوش کو بھی پیداواری عوامل میں شامل کرتے ہیں۔ ایک کارخانے کو چلانے اور پیداوار کے حصول کے لیے فکری کاوش نہایت ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی پیداوار وجود میں نہیں آ سکتی مگر حقیقت یہ ہے کہ فکری کاوش جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ محنت کی ایک قسم ہے۔ لہذا صحیح یہ ہے کہ پیداواری عوامل صرف دو ہیں:

۱۔ محنت جو نعمت الہی ہے اور

۲۔ قدرتی اشیاء جو عطاء الہی ہیں۔

محنت اور سرمایہ

اسلامی اقتصاد میں تین قوانین ایسے ہیں جن میں محنت اور سرمایہ دونوں پیداوار میں شریک ہو سکتے ہیں مگر اس میں محنت کو سرمایہ پر فوقیت حاصل ہے۔

۱۔ تجارت۔ مضاربہ

۲۔ زراعت۔ مزارعہ

۳۔ باغبانی۔ مساقاۃ

ان میں سے یہاں ہم صرف تجارت (مضاربہ) کا مختصر ذکر کریں گے اور زراعت اور باغبانی کا ذکر زراعت کے باب میں کریں گے اور ان قوانین پر کیے جانے والے اعتراضات کا بھی جواب دیں گے۔

مضاربہ

تعریف: وہ معاملہ ہے جس کے نفع میں محنت، سرمایہ کے ساتھ شریک اور نقصان صرف سرمایہ پر ہو۔

وضاحت: یہ اس معاملہ کو کہتے ہیں جس میں دو شخص تجارتی معاہدہ کرتے ہیں جس میں ایک کے ذمے سرمایہ فراہم کرنا ہو اور دوسرے کے ذمہ محنت کرنا اور منافع آپس میں تقسیم ہو اور خسارے کی صورت میں سرمائے پر بوجھ پڑے۔

اگر خسارہ محنت کرنے والا برداشت کرے تو مضاربہ نہیں ہے۔ اس صورت میں سرمایہ منافع میں شریک نہیں ہو سکتا اور سرمایہ محنت کرنے والے کے ذمے قرض بنتا ہے اور سرمایہ دار کو بعینہ وہی سرمایہ واپس ملتا ہے۔ نقصان محنت کرنے والے پر ہونے کی صورت میں بھی اگر سرمایہ دار منافع میں شریک ہو جائے تو یہ سود اور حرام ہے۔

لہذا مضاربہ ایک اشتراک عمل کا نام ہے۔ مالک سرمایہ وہ ہے جس کی محنت سرمایہ کی صورت میں موجود ہے اور محنت کرنے والے کا سرمایہ اس کی محنت ہے۔ ان دونوں محنتوں کا اشتراک عمل مضاربہ ہے۔ یہاں محنت کرنے والا خسارے کا ذمہ دار نہیں ہے اور منافع کی صورت میں حصہ دار ہے۔ اس کے علاوہ اس معاملے میں درج ذیل امور کا ہونا بھی ضروری ہے:

۱۔ معاملے کے دونوں فریق قرارداد کا اقرار کریں۔

۲۔ دونوں فریق عاقل ہوں۔

۳۔ اپنے مال پر حق تصرف رکھتے ہوں۔

۴۔ فریقین کا اس بات پر اتفاق ہو کہ سرمایہ کس قدر رکھا جائے گا اور منافع کس حساب سے تقسیم ہوگا۔ مضاربہ کے دیگر احکام فقہی کتابوں میں بہ تفصیل موجود ہیں۔

یہاں محنت کرنے والا اُجرتی مزدور سے نکل کر حصہ دار اور شریک بن جاتا ہے۔ سرمائے کے محنت کے ساتھ شریک ہونے پر وارد اعتراض کا ہم آئندہ جواب دیں گے۔



زراعت کی اہمیت

زراعت کی فضیلت

زراعت ہر قوم کی اقتصاد کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتی ہے اور زراعت انسانی ضروریات میں پہلے درجے پر فائز ہے۔

قدرت نے کرۂ ارض پر انسان کو بسانے سے پہلے اس زمین کو انسانی زندگی کے لیے تیار کیا اور اس کے شکم میں بے بہا خزانے پوشیدہ رکھے اور انسانی ضروریات کی تمام چیزیں اس زمین سے فراہم کیں۔

۱۔ زمین کو انسان کے لیے رام کیا: وَجَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا...^۱
۲۔ زمین کے شکم میں موجود خزانوں تک رسائی کے لیے عقل و ادراک عطا کیے۔

۳۔ عقل کے لیے آلات و اوزار، اعضاء و جوارح کی صورت میں عنایت فرمائے۔

۴۔ ان چیزوں کے باوجود اسلام نے انسانوں کی رہنمائی بھی فرمائی ہے کہ زراعت کی اہمیت اور فضیلت کیا ہے۔ اس سلسلے میں بہت سی احادیث میں سے چند ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے:

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَبِمَا كَلَّمَ اللَّهُ مِنْهُ إِنْسَانًا أَوْ طَيْرًا أَوْ بَهِيمَةً إِلَّا كَانَتْ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ^۲

۱ الملک: ۱۵

۲ مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل ۱۳: ۲۶۰ باب ۱، حدیث: ۱۵۸۹۲

جو مسلمان درخت لگائے یا زراعت کرے پھر اسے خواہ
انسان کھائے یا کوئی پرندہ یا کوئی چرنے والا جانور (ہر
صورت میں) اس کے لیے صدقہ لکھا جائے گا۔

۲۔ روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا
گیا: بہترین پیشہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
زراعت ہے۔

۳۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے:
الزَّارِعُونَ كُنُوزُ الْأَنْبِيَاءِ يَزْرَعُونَ طَيْبًا أَخْرَجَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَ
هُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحْسَنُ النَّاسِ مَقَامًا وَأَقْرَبُهُمْ مَنْزِلَةً يُدْعَوْنَ
الْمُبَارَكِينَ^۱۔

زراعت پیشہ لوگ، لوگوں کے لیے خزانے کا مقام رکھتے
ہیں۔ وہ اس حلال رزق کی زراعت کرتے ہیں جو اللہ نے
اگایا ہے۔ روز قیامت لوگوں میں سب سے بہتر مقام انہی کو
حاصل ہے اور اللہ کے سب سے زیادہ قریب منزلت رکھنے
والے یہی لوگ ہیں۔ (بروز قیامت) انہیں مبارک لوگ کہہ
کر پکارا جائے گا۔

۴۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:
هُمُ الزَّارِعُونَ كُنُوزُ اللَّهِ فِي أَرْضِهِ وَمَا فِي الْأَعْمَالِ شَيْءٌ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الزَّرَاعَةِ وَمَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا إِلَّا زَارِعًا إِلَّا
إِذْ رِيسَ عَفَانَةَ كَانَ حَيَّاطًا^۲۔

زراعت کرنے والے زمین میں اللہ کے خزانے ہیں، اللہ
کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب پیشہ زراعت ہے۔ تمام

^۱ الکافی ۲۶۱: ۵، باب فضل الزراعة، حدیث: ۷

^۲ تہذیب الاحکام ۶: ۳۸۴، باب ۹۳ ح ۲۵۹

انبیاء زراعت پیشہ تھے سوائے حضرت ادریس علیہ السلام کے۔ آپ علیہ السلام نے درزی کا پیشہ اختیار کیا تھا۔

۵۔ روایت ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال ہوا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زراعت کا پیشہ اختیار کرنا مکروہ ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: زراعت کرو اور درخت لگاؤ۔ اس سے بہتر حلال اور پاک روزی نہیں ہے۔

حکومت اور زراعت

زراعت کو فروغ دینا اور اس پر زیادہ توجہ کرنا اسلامی حکومت کے اساسی فرائض میں شمار ہوتا ہے۔ مروی ہے حضرت علی علیہ السلام نے مصر میں اپنے گورنر کے نام تحریر فرمایا:

ولیکن نظرک فی عمارة الارض ابلغ من نظرک فی استجلاب الخراج، لان ذالک لا یدرک الا بالعمارة ومن طلب الخراج بغير عمارة اخرج البلاد واهلک العباد۔^۱ اور خراج کی جمع آوری سے زیادہ زمین کی آبادی کا خیال رکھنا۔ کیونکہ زمین کی آبادی ہی سے خراج حاصل ہو سکتا ہے اور جو آباد کیے بغیر خراج چاہتا ہے وہ ملک کی بربادی اور بندگانِ خدا کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

لوگوں کی معیشت کی چار بنیادیں ہیں: ۱۔ نظام حکومت ۲۔ زراعت ۳۔ تجارت ۴۔ صدقات^۲

حکومت کا کاشتکاروں کے ساتھ کیسا سلوک ہو؟

اسلامی حکومت زراعت اور زراعت پیشہ لوگوں کو کیا اہمیت دیتی اور ان کا

^۱ نہج البلاغۃ۔ عہد نامہ مالک اشتر مکتوب ۵۳

^۲ حوالہ سابق

مقام کیا ہے اور ان کے ساتھ کیسا سلوک ہونا چاہیے؟ اس کا اندازہ درج ذیل فرمان سے ہوتا ہے جو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام نے مالک اشتر کے نام تحریر فرمایا تھا:

فَإِنْ شَكَوْا تِقْلًا أَوْ عِلَّةً أَوْ انْقِطَاعَ شَرْبٍ أَوْ بَالَةً أَوْ إِحَالَةَ أَرْضٍ
 اعْتَمَرَهَا عَرَقٌ أَوْ أَجْحَفَ بِهَا عَطَشٌ خَفَّفْتَ عَنْهُمْ بِمَا تَزْجُو
 أَنْ يَصْلَحَ بِهِ أَمْرُهُمْ وَلَا يَنْقُلَنَّ عَلَيْكَ شَيْءٌ خَفَّفْتَ بِهِ الْمُؤْنَةَ
 عَنْهُمْ فَإِنَّهُ دُخْرٌ يَعُودُونَ بِهِ عَلَيْكَ فِي عِمَارَةِ بِلَادِكَ وَتَزْيِينِ
 وَلَايَتِكَ مَعَ اسْتِجْلَابِكَ حُسْنِ تَنَائِبِهِمْ وَتَبَجُّحِكَ بِاسْتِيفَاةِ
 الْعَدْلِ فِيهِمْ مُعْتَمِدًا فَضْلَ قُوَّتِهِمْ بِمَا ذَخَرْتَ عِنْدَهُمْ مِنْ
 إِجْمَالِكَ لَهُمْ وَالثِّقَةِ مِنْهُمْ بِمَا عَوَّدْتَهُمْ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ وَ
 رَفَقِكَ بِهِمْ.....^۱

اب اگر وہ خراج کی گرانباری یا کسی آفت ناگہانی یا نہری و بارانی علاقوں میں ذرائع آب پاشی کے ختم ہونے یا زمین کے سیلاب میں گھر جانے یا سیرابی کے نہ ہونے کے باعث اس کے تباہ ہونے کی شکایت کریں تو خراج میں اتنی کمی کر دو جس سے تمہیں ان کے حالات کے سدھرنے کی توقع ہو۔ اور ان کے بوجھ کو ہلکا کرنے سے تمہیں گرانی نہ محسوس ہو کیونکہ انہیں زیر باری سے بچانا ایک ایسا ذخیرہ ہے کہ جو تمہارے ملک کی آبادی اور تمہارے قلمرو حکومت کی زیب و زینت کی صورت میں تمہیں پلٹا دیں گے اور اس کے ساتھ تم ان سے خراج تحسین اور عدل قائم کرنے کی وجہ سے مسرت بے پایاں بھی حاصل کر سکو گے اور اپنے اس حسن سلوک کی وجہ سے کہ جس کا

^۱ حوالہ سابق

ذخیرہ تم نے ان کے پاس رکھ دیا ہے تم (آڑے وقت پر) ان کی قوت کے بل بوتے پر بھروسہ کر سکو گے اور رحم و رافت کے جلو میں جس سیرت عادلانہ کا تم نے انہیں خوگر بنایا ہے، اس کے سبب سے تمہیں ان پر وثوق و اعتماد ہو سکے گا۔^۱

عوام ہنگامی بوجھ اٹھانے کے قابل کب ہوں گے؟: اس کے بعد امام علیہ السلام کے فرمان کا ایک حصہ اس بات سے مربوط ہے کہ اگر حکمرانوں کو ہنگامی حالات میں عوام پر بھروسہ کرنا پڑے اور ان پر بوجھ ڈالنا پڑے تو یہ کس صورت میں ممکن ہوگا؟ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

فَرَبَّمَا حَدَّثَ مِنَ الْأُمُورِ مَا إِذَا عَوَّلْتَ فِيهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدِ
 احْتَمَلُوهُ طَبِيبَةً أَنْفُسُهُمْ بِهِ فَإِنَّ الْعُمَرَانَ مُحْتَمِلٌ مَا حَمَلْتَهُ...^۲
 اس کے بعد ممکن ہے کہ ایسے حالات بھی پیش آئیں کہ جن میں تمہیں ان پر اعتماد کرنے کی ضرورت ہو تو وہ انہیں بطیب خاطر جھیل لے جائیں گے کیونکہ ملک آباد ہے تو جیسا بوجھ اس پر لا دو گے وہ اٹھالے گا۔

کاشتکاروں کی غربت سے زراعت تباہ ہوتی ہے: اس کے بعد آپ علیہ السلام زراعت کی تباہی کا بنیادی سبب بیان فرماتے ہیں:

وَإِنَّمَا يُؤْتِي خَرَابَ الْأَرْضِ مِنْ إِعْوَازِ أَهْلِهَا وَإِنَّمَا يُعَوِّزُ أَهْلَهَا
 لِإِشْرَافِ أَنْفُسِ الْوَلَاةِ عَلَى الْجَمْعِ وَسَوْءِ ظَنِّهِمْ بِالْبَقَاءِ وَقِلَّةِ
 انْتِفَاعِهِمْ بِالْعَيْبِ.^۳

اور زمین کی تباہی تو اس سے آتی ہے کہ کاشتکاروں کے ہاتھ

^۱ حوالہ سابق

^۲ حوالہ سابق

^۳ حوالہ سابق

تنگ ہو جائیں اور ان کی تنگ دستی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ حکام مال و دولت کے سمیٹنے پر تل جاتے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اور عبرتوں سے بہت کم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔

زمین کی آباد کاری

غیر آباد زمین اسلامی اقتصادی نظام میں حکومت کی ملکیت ہے اور یہ حکومتی ملکیت اس وقت کسی کی ذاتی ملکیت میں تبدیل ہو سکتی ہے کہ وہ اس پر از خود محنت کر کے اسے آباد کرے۔ اسلامی نقطہ نگاہ یہ ہے کہ جو زمین پر محنت کرتا ہے اور اسے قابل استفادہ بناتا ہے وہی اس کا مالک ہے۔

آباد کاری کی تعریف: آباد کاری کا مطلب یہ ہے کہ کسی ناقابل استفادہ زمین پر محنت کر کے اسے قابل استفادہ بنایا جائے۔ کسی بنجر زمین کو قابل کاشت بنانا، قابل سکونت بنانا، اصطلب وغیرہ بنانا۔

آباد کاری اور ملکیت: اسلامی نقطہ نگاہ سے زمین کی آباد کاری میں محنت کرنے والا خود اس کا مالک بن جاتا ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

من احبب الارضامو اتافھی لہ۔^۱

جو غیر آباد زمین کو آباد کرے وہی اس کا مالک ہے۔

زمین جو مال دولت کا اہم ترین ذریعہ ہے اس کے ذریعے ارتکاز دولت کے سد باب کے لیے اسلام کا قانون بہت اہمیت رکھتا ہے اور وہ یہ کہ زمین کا مالک وہی ہوگا جو اس کی آباد کاری پر محنت کرے گا۔ اس قانون کی رو سے کوئی شخص زمینوں پر اپنا تسلط جمانے کے لیے محنت کے علاوہ دوسرے حربے استعمال نہیں کر سکتا یا کوئی سرمایہ دار اپنے سرمائے کے بل بوتے پر جاگیر دار نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ سرمایہ دارانہ

۱ تہذیب الاحکام: ۷۲: ۱۵۲

نظاموں اور ہمارے ملک میں یہ طریقہ رائج ہے کہ ایک شخص اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر زمینیں اپنے نام الاٹ کراتا ہے اور خود محنت نہیں کرتا، مزدور، کسانوں اور مزارعین سے محنت کرا کر خود مالک بن جاتا ہے جب کہ اسلامی دستور کے مطابق اگر خود محنت نہ کرے اور دوسروں کو اجرت دے کر زمین آباد کرائے تو اس سے سرمایہ دار مالک نہیں بنتا۔ اسلام نے یہ شرط لگا کر کہ خود محنت کرے تو زمین کا مالک بن سکتا ہے، جاگیردارانہ نظام قائم کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑا ہے کیونکہ زمین کی ملکیت کے لیے خود محنت کرنا جب ضروری ہے تو ایک شخص خود محنت کر کے کتنی زمین اپنے قبضے میں رکھ سکتا ہے؟ ہاں جاگیردارانہ نظام میں تو بے پناہ زمینوں پر قبضہ جمایا جا سکتا ہے۔ اسلام کے اس قانون کی رو سے ہر شخص کو زمین سے فائدہ اٹھانے کا موقع میسر آتا ہے اور محنت پر قادر ہر شخص زمین کے ایک ٹکڑے کا مالک بن سکتا ہے جب کہ جاگیردارانہ نظام میں اکثر و بیشتر محنت کرنے والے زمین کے مالک نہیں اور زمین کا مالک محنت کرنے والوں میں نہیں ہوتا۔

مزارعت: زمین کا شرعی مالک اپنی آباد زمین کی پیداوار میں کسی اور محنت کرنے والے کو شریک کرے تو اسے مزارعت کہتے ہیں۔ اس معاملے کے بعد محنت کرنے والا اجرتی مزدور کی حیثیت سے نکل کر زمین کی پیداوار میں حصہ دار بن جاتا ہے۔

اسلامی احکام کے مطابق زمین کے مالک کے ساتھ محنت کا حصہ دار بننے کے لیے درج ذیل شرائط ہیں:

۱۔ مزارعت جاری کرنا ضروری ہے۔ یعنی مالک زمین کہے: میں نے اپنی زمین تجھے مزارعت کے لیے دے دی اور محنت کرنے والا کہے: مجھے قبول ہے۔

۲۔ مالک زمین اور مزارع دونوں کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ اگر ان میں

سے ایک نابالغ ہو تو معاملہ درست نہیں ہے۔ ہاں! اگر اس معاملے میں فائدہ ہو تو نابالغ کا شرعی ولی نابالغ کی طرف سے یہ معاملہ کر سکتا ہے۔
 ۳۔ دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک فریق دیوانہ ہے تو معاملہ درست نہیں ہے۔

۴۔ برضا و رغبت یہ معاملہ انجام پائے۔ اگر ایک فریق کو مجبور کیا گیا ہے تو معاملہ درست نہیں ہے۔

۵۔ اپنے مال پر تصرف کا حق رکھتا ہو کیونکہ بعض افراد شرعاً اپنے مال پر تصرف کا حق نہیں رکھتے۔ مثلاً وہ شخص جس کا قرضہ اس کی ملکیت سے زیادہ ہو۔

۶۔ پیداوار میں شرکت، پیداوار میں دونوں کا شریک ہونا بھی ضروری ہے۔ اگر مزارع کو پیداوار میں شریک نہ کیا گیا ہو اور اسے ایک معین چیز دینا طے پایا ہو تو یہ معاملہ درست نہیں ہے۔ یعنی مزارع حصہ دار بن سکتا ہے، اجرتی مزدور نہیں۔

۷۔ پوری پیداوار میں شریک ہو۔ اگر کاشتکار کو صرف ایک قطعہ زمین کی فصل دینا طے پایا ہو تو معاملہ درست نہیں ہے۔ اس میں یہ خرابی بھی ہے کہ مزارع اس صورت میں اس قطعہ زمین پر توجہ دے گا، دوسری زمینوں پر اس کی توجہ کم ہو جائے گی۔

۸۔ کل پیداوار میں مزارع کا حصہ معلوم ہونا چاہیے۔ نصف پیداوار یا

1/4 یا 1/3

۹۔ مدت مزارعت بھی معلوم ہونی چاہیے۔ اگر مدت معلوم نہیں ہے تو معاملہ بھی باطل ہے۔

۱۰۔ زمین قابل استفادہ ہونی چاہیے۔ یعنی آباد زمین ہی مزارعت پر دی

جاسکتی ہے۔

۱۱۔ جس چیز کی زراعت کرنی ہے وہ بھی متعین ہونی چاہیے۔

۱۲۔ زمین کا رقبہ اور جائے وقوع بھی معین ہونی چاہیے۔

۱۳۔ پیداوار پر اٹھنے والے اخراجات کے لیے بھی یہ طے ہونا چاہیے کہ کون برداشت کرے گا۔ ہمارے بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ بیج مالک زمین کے ذمے ہونا چاہیے۔

باغبانی: جن معاملات میں محنت مالک کے ساتھ شریک ہو سکتی ہے ان میں باغبانی کا معاملہ بھی شامل ہے جسے اسلامی فقہ میں مساقاۃ کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باغ کا مالک کسی دوسرے شخص کے ساتھ معاملہ کرتا ہے کہ وہ اس باغ کی آبیاری اور دیکھ بھال کیا کرے اور باغ کی پیداوار میں محنت کرنے والا مالک کے ساتھ حصہ دار بن جائے۔

اس معاملے میں بھی درج ذیل شرائط ضروری ہیں:

۱۔ عقدِ معاملہ۔ یعنی قرارداد کے الفاظ ادا کرنا۔

۲۔ دونوں کا عاقل ہونا۔

۳۔ دونوں کا بالغ ہونا۔

۴۔ اپنے مال پر تصرف کا حق دار ہونا۔

۵۔ پیداوار میں دونوں کا شریک ہونا۔

۶۔ درختوں کا قابلِ استفادہ ہونا۔

۷۔ مدت کا معین ہونا۔

۸۔ درختوں کا زمین میں ثابت اور موجود ہونا۔

۹۔ یہ معاملہ درختوں کے پھل دینے سے کچھ عرصہ پہلے ہونا

چاہیے تاکہ پھل اور پیداوار میں محنت کا کچھ دخل ہو۔

۱۰۔ ان کاموں کا بھی تعین ضروری ہے جو محنت کرنے والے کو انجام دینا ہیں۔

۱۱۔ محنت کرنے والا ان تمام کاموں کو انجام دے جو اسے انجام دینا ہیں۔

ایک اعتراض کا جواب

کچھ لوگ مضاربہ، مزارعت اور مساقاۃ کے قوانین پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام ہے کہ مالک بلا محنت سرمایہ، زمین اور باغ سے منافع حاصل کرے۔

یہ اعتراض کرنے والوں کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا وہ انفرادی ملکیت کو جائز نہ سمجھیں یا ارتکاز دولت کو جائز قرار دیں۔

انفرادی ملکیت کا حق سلب کرنا ایک غیر فطری اور ناقابل عمل نظریہ ہے۔ چنانچہ اشتراکی حکومتوں کا انفرادی ملکیت کی طرف لوٹ آنا اور انفرادی ملکیت کو قانونی حیثیت دینے پر مجبور ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انفرادی ملکیت کا سلب کرنا ایک ناقابل عمل بات ہے اور ارتکاز سرمایہ کو جائز قرار دینا بھی ایک غیر انسانی نظریہ ہے کیونکہ سرمایہ قومی اقتصاد کی رگوں میں خون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے سرمائے کا انجماد اور اس کا ارتکاز، اقتصادی خون کے انجماد کی مانند ہے جس سے قلب اقتصاد ساکت ہو جاتا ہے۔ اس لیے سرمائے کا متحرک رہنا ضروری ہے تا کہ قومی اقتصاد تازہ دم رہے اور اپنے سرمائے کو متحرک رکھے اور اگر خود محنت نہیں کر سکتا تو اسے متحرک رکھنے کے لیے محنت کرنے والوں کو موقع فراہم کرے تاکہ سرمایہ بھی متحرک رہے اور محنت کرنے والوں کو محنت کے مواقع بھی فراہم ہوتے رہیں۔ اس سے انجماد سرمایہ اور بیکاری کا بیک وقت خاتمہ ہو جائے گا ورنہ سرمائے میں جمود آئے گا اور بے کاری میں اضافہ ہوگا۔



محنت کشوں کے حقوق

محنت کشوں کے حقوق کے بارے میں یہاں ہم مختلف نظامہائے حیات کے نظریات اور ان کا حل پیش کریں گے تاکہ ان کے موازنے سے مزدوروں کے حقوق اور ان کے حامیوں کا صحیح علم ہو سکے اور ہماری نئی نسل کسی مکتب فکر کے دلفریب نعروں کے دھوکے میں نہ آئے۔

سرمایہ دارانہ نظام میں

اس نظام میں محنت کشوں کے حقوق درج ذیل ہیں:

۱۔ انفرادی ملکیت: سرمایہ دارانہ نظام میں انفرادی ملکیت کی اجازت ہے۔ اس نظام حکومت میں انفرادی آزادی کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس میں انفرادی ملکیت کی جو اجازت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دولت پر قابض ہونے کے لیے ہر حربہ استعمال کرنا جائز ہے۔ ارتکاز سرمایہ کی کھلی اجازت ہے اور مزدور کا استحصال کرنا بھی جائز ہے۔ ذخیرہ اندوزی اور سود خوری کے ذریعے کمزور محنت کشوں یا قوموں کا خون چوسنا اس نظام کا اساسی قانون ہے۔

۲۔ آزادی: سرمایہ دارانہ نظام میں انفرادی ملکیت کی پوری آزادی حاصل ہے۔ اس آزادی کے تحفظ کے لیے ہر حربہ اختیار کرنا جائز ہے اور اس طرح سرمایہ دار اپنے سرمائے میں جتنا چاہے اضافہ کر لے۔ منافع کمانے کی آزادی کے نتیجے میں اگر محنت کشوں کو ظلم کی چکی میں پھینک دیا جائے یا اپنے پیداواری ذخیرے کو نذر

آتش یا دریا بُرد کرنا پڑے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

۳۔ ذاتی مفاد: اس نظام میں ذاتی مفاد ہی محنت کرنے کا بنیادی عامل ہے۔ لہذا اگر کسی محنت میں اجتماعی مفاد ہے تو یہاں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ سرمایہ دارانہ نظام انفرادی مفادات کے تحفظ سے عبارت ہے۔
کمیونزم میں

اس نظام میں محنت کشوں کے حقوق درج ذیل ہیں:

آزادی کا فقدان: اس نظام کا بنیادی نعرہ مزدوروں اور محنت کشوں کے حق میں ہونے کے باوجود اس کی طرف سے سب سے زیادہ ظلم بھی اسی طبقے پر روا رکھا جاتا ہے۔

اس نظام میں مزدور کو کسی قسم کی آزادی میسر نہیں ہے۔ مزدور کسی قسم کی آزادی کا مطالبہ کرنے کے بھی مجاز نہیں ہیں۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء میں لینن نے خود کہا تھا: ہم ان بے وقوفوں کی رائے پر عمل نہیں کر سکتے جو آزادی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

دوسری جگہ لینن کہتا ہے:

بہت سے لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ قانون، آزادی کے تحفظ کے لیے بنایا جاتا ہے۔ ان بے وقوفوں کو ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ قانون آزادی کے تحفظ کے لیے نہیں، حکومت کے تحفظ کے لیے بنایا جاتا ہے۔

جبر: کمیونزم میں انفرادی ملکیت کا تصور نہ ہونے اور محنت کرنے والے کو اپنی محنت کا پھل نہ ملنے کی وجہ سے محنت کا اصل محرک تو باقی نہیں رہتا لہذا جب محنت کرنے کے لیے انسان کے داخلی عوامل نہ ہوں تو خارجی دباؤ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے کمیونزم کے زیر سایہ کوئی شخص خوشی اور رغبت کے ساتھ محنت نہیں کرتا

بلکہ یہاں جبراً محنت کرائی جاتی ہے۔ قاعدہ اور فطری و عقلی اعتبار سے محنت کا اصل محرک نیک تمنائیں ہونی چاہئیں، نہ کہ خوف۔

لینن نے خود کہا تھا:

ہم مزدوروں کو اس طرح آزادی تو نہیں دے سکتے کہ وہ محنت کریں یا نہ کریں، ان کی محنت کی ہم نگرانی کریں گے اور انہیں کسی محنت کے نہ کرنے یا اسے چھوڑنے کا حق حاصل نہیں ہے۔
خسارہ: کمیونزم میں درج ذیل نقصانات پورا کرنا محنت کشوں کے ذمے ہے:

۱۔ آلات اور مشینری میں کوئی نقص آ جائے۔

۲۔ خام مواد میں کوئی خرابی آ جائے۔

۳۔ کام کی وردی میں کوئی خرابی آ جائے۔

اس بات کا اعلان روس میں ۱۹۳۲ء اور ۱۹۴۲ء میں ہوا تھا۔

ہڑتال: یہاں مزدوروں کو ہڑتال کرنے یا اپنے مطالبات منوانے کے لیے کوئی ذریعہ استعمال کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ کمیونزم کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اگر کبھی کوئی ہڑتال ہوئی (مثلاً مشرقی جرمنی میں) تو ہڑتالیوں کو توپوں اور ٹینکوں کے گولوں سے جواب دیا گیا۔

اُجرت کا تعین: اس نظام میں اُجرت کا تعین بھی مزدوروں کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اُجرتوں کا تعین کرنا مزدور یونین کا کام ہے جو کمیونسٹ پارٹی کی آلہ کار ہوتی ہے۔

اسلام میں

اسلام میں محنت کشوں کے حقوق درج ذیل آیات و احادیث اور فقہی

توانین سے واضح ہو جاتے ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

أَوْ فُورًا بِالْعُقُودِ...^۱

عہد و پیمان پورا کیا کرو۔

ظاہر ہے اسلامی فقہ کے مطابق ہر ایک کے لیے اجیر کے ساتھ قرارداد طے کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسے فقہی اصطلاح میں عقد کہتے ہیں اور جو عقد میں طے پایا ہے اسے پورا کرنا لازمی ہے۔

وَلَا تَبْخُسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ...^۲

اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو۔

طے پانے والی اجرت مزدور کی چیز ہوتی ہے۔ اسے پورا دینا شرعاً واجب

ہے۔

احادیث

أَعْطَى الْأَجِيرَ حَقَّهُ قَبْلَ أَنْ يَجِفَّ عَرَفُهُ.^۳

اجیر کو اس کا اجر اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

۲۔ مَنْ ظَلَمَ أَجِيرًا أَجْرُهُ أَحْبَطَ اللَّهُ عَمَلَهُ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ رِيحَ

الْجَنَّةِ وَإِنْ رِيحَهَا لَتُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ.^۴

جس نے اجیر پر اس کی اجرت ادا کرنے میں ظلم کیا اللہ اس

کے عمل کو ضائع کر دے گا اور جنت کی ہو اس پر حرام قرار

دے دے گا اور جنت کی ہو اس کے لیے پانچ سو سال کی

مسافت پر پائی جائے گی۔

۳۔ أَلَا مَنْ ظَلَمَ أَجِيرًا أَجْرَتُهُ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ.^۵

المائدة: ۱

۲ الاعراف: ۸۵

۳ مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل، ۲۹: ۱ باب ۴

۴ الأمالی الصدوق ص ۲۲۷ المجلس ۶۶، حدیث ۱

۵ بحار الأنوار، ۴۰: ۴۵ باب ۹۱

جو اپنے اجیر پر ظلم کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔
 اسلامی احکام و دستورات کے مطابق اسلام محنت کشوں کو درج ذیل حقوق
 دیتا ہے:

انفرادی ملکیت: جیسا کہ پہلے کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے اسلام میں محنت
 ہی ملکیت کا واحد ذریعہ ہے اور اسلام کا تصور ملکیت کچھ یوں ہے:
 در حقیقت مالک اصلی خدا است
 این امانت چند روزہ پیش ما است
 ۱۔ ہر چیز کی مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کو اجتماعی طور پر ملکیت کا حق دیا ہے۔ اموال
 و دولت کی حفاظت اور نگرانی کرنا سب انسانوں کا اجتماعی فریضہ ہے۔
 ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ
 قِيَامًا... ۱

اور اپنے وہ مال جن پر اللہ نے تمہارا نظام زندگی قائم کر رکھا
 ہے بیوقوفوں کے حوالے نہ کرو۔

یہ اجتماعی نگرانی ضروری ہے۔ اس لیے بے وقوفوں کے ہاتھ کوئی مال
 سپرد کرنا منع ہے کیونکہ اجتماع اس کا امین ہے۔

۳۔ تیسرے مرحلے میں اجتماع کی طرف سے فرد کو یہ امانت اسلامی شرائط
 کے تحت سپرد کی جاتی ہے اور بنیادی شرط یہ ہے کہ اس اجتماعی ملکیت
 سے اپنا حصہ اس وقت لیا جاسکتا ہے جب اس کا ذریعہ محنت ہو، تسلط
 اور طاقت نہ ہو۔

لہذا انفرادی ملکیت کا اسلامی تصور یہ ہوا کہ ہر فرد کو اجتماعی ملکیت سے اپنا حصہ الگ کرنے کا حق اس وقت پہنچتا ہے جب اس کا ذریعہ محنت ہو۔

انفرادی ملکیت کا اسلامی تصور سرمایہ دارانہ ملکیت کے تصور سے بہت ہی مختلف ہے:

۱۔ اسلام میں مالک کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنے مال کو تباہ کر دے کیونکہ یہ مال اللہ تعالیٰ اور اجتماع کی طرف سے اس کے پاس ایک امانت ہے اور اسے ائین اس لیے بنایا گیا ہے کہ وہ اس مال کا محتاج ہے۔ اگر وہ محتاج نہیں ہے تو وہ اس کا مالک ہی نہیں ہے۔ لہذا نہ اسے خود مال کو تباہ کرنے کا حق ہے اور نہ ہی کسی ایسے آدمی کے ہاتھ دینے کا حق حاصل ہے جو اسے تباہ کر دے جیسا کہ مندرجہ بالا آیت میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے۔

جب کہ سرمایہ دارانہ نظام میں رسد و طلب میں توازن برقرار رکھنے اور اپنے استحصال کو قائم رکھنے کے لیے لاکھوں ٹن گندم نذر آتش یا دریا برد کر دی جاتی ہے۔

۲۔ مالک کو یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ وہ مال غیر ضروری جگہوں میں خرچ کرے جسے اسلامی اصطلاح میں اسراف کہتے ہیں۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام میں مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بلیوں اور کتوں کی شادی پر لاکھوں ڈالر خرچ کر دے جب کہ اسلام نے ایسے لوگوں کو اخوان الشیاطین (شیطانوں کے بھائی بند) کہا ہے۔

۳۔ مالک کو یہ حق بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنا مال منجمد رکھے۔ ملکیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اپنے مال کے ساتھ جو چاہے کرے اور ذخیرہ اندوزی کرے کہ اس سے نہ خود فائدہ اٹھائے اور نہ دوسروں کو فائدہ

اُٹھانے کا موقع دے۔

کلام مجید میں ارشاد ہے:

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ^۱

اور جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔

اسلامی تعلیمات و تربیت کی روشنی میں ضرورت سے زیادہ مال کو متحرک رکھنا یا اسے راہ خدا میں خرچ کر دینا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ....^۲

یہ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجیے: جو ضرورت سے زیادہ ہو۔

۴۔ مالک اپنا مال اس جگہ خرچ نہیں کر سکتا جہاں خود اس کے لیے ضرر ہو۔
۵۔ مالک اپنی ملکیت کو وہاں برقرار نہیں رکھ سکتا جہاں کسی دوسرے کے لیے ضرر ہو۔

اس سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک انصاری نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں یہ شکایت کی سمرہ بن جندب کا کھجور کا ایک درخت میرے باغ میں موجود ہے۔ میرا گھر بھی اسی باغ میں ہے۔ سمرہ بن جندب اپنے درخت کے پاس جاتے ہوئے ہمارے

۱ سورہ توبہ: ۳۴

۲ سورہ بقرہ: ۲۱۹

گھر میں سے گزرتا ہے اور بلا اطلاع ہمارے گھر میں گھس آتا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمیرہ بن جندب کو بلایا اور اس سے فرمایا: تم ان کے گھر سے اطلاع دے کر گزرا کرو۔ اس نے نہیں مانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس درخت کے بدلے دوسری جگہ کوئی درخت لے لو۔ اس نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس درخت کو چھوڑ دو تمہیں جنت میں ایک درخت مل جائے گا۔ اس نے پھر انکار کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصاری سے فرمایا: جاؤ! اس کا درخت اکھاڑ پھینکو۔ فانہ لا ضرر ولا ضرار۔^۱

یعنی ضرر دینے اور ضرر قبول کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

آزادی: اسلام میں محنت کرنے والوں کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہے۔ آزادی میں مالک اور مزدور میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو آزادیاں مالک کو حاصل ہیں وہی مزدور کو بھی حاصل ہیں۔ مثلاً

۱۔ محنت کش کو اپنا پیشہ اختیار کرنے کی آزادی ہے۔ وہ چاہے تو زراعت کا پیشہ اختیار کرے، چاہے تجارت یا کوئی اور پیشہ۔

۲۔ مزدور کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس کے ساتھ چاہے معاملہ کرے، جس کے ساتھ نہ چاہے معاملہ نہ کرے۔

۳۔ مزدور کو کسی خاص جگہ محنت کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ وہ جہاں چاہے محنت کرے۔

اُجرت کا تعین: اُجرت کے تعین کا حق مزدور کو بھی اتنا ہی ہے جتنا

مالک کو ہے۔ اسلامی دستور کے مطابق یہ ضروری ہے کہ معاملے سے پہلے مالک اپنے اجیر کے ساتھ اجرت طے کرے۔ یہ اسلامی فقہ کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ اجرت طے نہ کرنے کی صورت میں معاملہ درست نہیں ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فلا يستعملن اجيراً حتى يعلمه ما اجره...^۱

اگر کوئی اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ کسی کو اجیر نہ بنائے جب تک اسے بتا نہ دے کہ اس کی اجرت کیا ہوگی۔

لہذا اسلامی نقطہ نگاہ سے کسی مزدور سے کام لینا اس وقت جائز ہے جب اس کی اجرت طے ہو اور مزدور طے شدہ اجرت پر راضی ہو۔

معاملہ ختم کرنے کا حق: اسلامی دستور کے مطابق مزدور کو متعدد مقامات پر مالک کے ساتھ معاملات ختم کرنے کی بالادستی حاصل ہے۔ ہم چند ایک کا ذکر کرتے ہیں:

۱۔ اگر مزدور معاملے میں یہ شرط لگا دے کہ میں جب چاہوں تو معاملہ ختم کر سکوں گا تو اسے یہ حق حاصل رہے گا اور جب چاہے مالک کے ساتھ معاملہ ختم کر سکتا ہے۔

۲۔ اگر مزدور کو معاملہ ہونے کے بعد پتہ چلا کہ مالک نے اجرت طے کرنے میں میرے ساتھ مبینہ ناانصافی کی ہے تو اس صورت میں وہ معاملہ ختم کر سکتا ہے۔

۳۔ مزدوری کے سلسلہ میں جو چیزیں مالک کو فراہم کرنا تھیں مالک اگر وہ

فراہم نہ کرے تو مزدور معاملہ ختم کر سکتا ہے۔
 طے شدہ اجرت کی ادائیگی: مالک پر لازم ہے کہ وہ طے شدہ اجرت
 مزدور کو دے دے اور اگر ایسا نہ کرے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے:

قیامت کے دن تین اشخاص سے میرا جھگڑا رہے گا۔ ان میں
 ایک وہ شخص ہے جو اپنے اجیر کو پوری اجرت نہیں دیتا۔

فوری ادائیگی: مالک پر لازم ہے کہ وہ اجرت بلا تاخیر اور فوراً ادا کرے۔

چنانچہ اسلام کا حکم ہے کہ مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی اجرت ادا کر
 دو۔ اگر مالک اجرت دینے میں تاخیر کرتا ہے اور کل پرسوں پر ٹال دیتا ہے تو وہ مجرم
 ہے۔ اسی طرح مزدور کو اپنی اجرت لینے کے لیے کسی اور جگہ جانے کی زحمت دینا
 بھی جائز نہیں ہے۔ اگر معاملے میں طے نہ پایا ہو کہ اجرت کس جگہ دی جائے گی،
 اس وقت ضروری ہے کہ جہاں محنت ہوئی ہے وہاں اس کی اجرت ادا کی جائے۔

حکومت کی ذمہ داری: اگر کوئی مزدور اپنا سالانہ خرچ نہیں کما سکتا تو
 اسلامی حکومت پر فرض ہے کہ اس کا سالانہ خرچ پورا کرے۔ اگر کوئی محنت مزدوری
 نہیں کر سکتا تو اس کا سارا خرچ اسلامی حکومت برداشت کرے گی۔

زکوٰۃ سے ادائیگی: اگر کوئی شخص مقروض ہے اور اس کے پاس اتنا مال
 نہیں کہ وہ اپنا قرض اتار سکے تو اس کا قرض ادا کرنے کے لیے زکوٰۃ میں ایک فنڈ
 مخصوص ہے۔

وختا منامسک شب ۶ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ ہجری



فہرست

۳	انتساب
۵	افتتاحیہ
۱۱	اسلام میں محنت کا مقام
۱۱	محنت کی اقسام
۱۲	اسلام میں محنت کی اہمیت
۱۳	آیات قرآن کی روشنی میں
۱۸	احادیث کی روشنی میں
۲۵	محنت نہ کرنے والے کے دعا قبول نہیں ہوگی۔
۳۷	محنت اور احکام
۳۷	احکام کی قسمیں
۴۷	محنت اور قیمت کا تعین
۴۷	آدم سمٹھ کا نظریہ
۴۹	ریکارڈو کا نظریہ
۵۰	کارل مارکس کا نظریہ
۵۳	سرمایہ دارانہ نظریہ
۵۴	اسلامی نظریہ
۵۶	مارکسی نظریے کا تنقیدی جائزہ۔
۵۸	سماجی محنت
۵۹	سرمایہ دارانہ نظریے کا تنقیدی جائزہ
۶۳	قدر زائد
۶۳	مارکس کا نظریہ
۶۳	اسلامی نظریہ

۶۴	مارکسی نظریے کا تنقیدی جائزہ
۶۹	محنت اور ملکیت
۷۰	۱۔ پیداواری محنت
۷۱	۲۔ تصرفی محنت
۷۲	۳۔ فکری محنت
۷۳	پیداوار، محنت اور ملکیت
۷۷	ملکیت کے فرعی اسباب
۷۸	جبری محنت
۷۹	پیداوار اور محنت
۸۰	محنت اور سرمایہ
۸۰	مضارہ
۸۵	زراعت کی اہمیت
۸۵	زراعت کی فضیلت
۸۷	حکومت اور زراعت
۸۷	حکومت کا کاشتکاروں کے ساتھ کیسا سلوک ہو؟
۹۰	زمین کی آباد کاری
۹۴	ایک اعتراض کا جواب
۹۷	محنت کشوں کے حقوق
۹۷	سرمایہ دارانہ نظام میں
۹۸	کیونزوم میں
۹۹	اسلام میں
۱۰۰	احادیث
۱۰۱	انفرادی ملکیت

